بسم اللہ ۔ حامداً و مصلیاً

مولانا سید محبوب حسن واسطی

ختم نبوت اور تکمیل دین

اگر قدرے غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ موضوع کے دونوں حصے ''ختم نبوت'' اور ''تکمیل دین'' باہم سبب و نتیجے کا تعلق رکھتے ہیں کہ تکمیل دین سبب ہے اور ''ختم نبوت'' اسکا قدرتی نتیجہ۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ذریعے دین کی تکمیل ہوگئی اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر شعبۂ حیات سے متعلق دینی احکامات اللہ کی مخلوق کو پہنچا دیئے تو اب نبوت و رسالت کا وہ سلسلہ جو حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے اب تک جاری تھا ختم کر دیا گیا۔

بعثتِ انبیا علیہم السلام

تخلیق آدم علیہ السلام کے بعد انسانی معاشرہ وجود میں آتے ہی انسان کے گوناگوں معاشرتی مسائل شروع ہوگئے، روزی روزگار کے مسائل، شادی بیاہ، باہم لین دین کے مسائل و دیگر متعدد مسائل۔ انسانوں کو ان میں رہبری کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے انبیا کے ذریعے یہ رہنمائی فرمائی۔ کچھ عرصے اس رہنمائی کا اثر رہا اور لوگوں نے روشن آسمانی ہدایت کے زیر اثر راحت و پاکیزگی کی زندگی بسر کی۔ مگر کچھ عرصے بعد پھر لوگوں نے ہوا و ہوس کا راستہ اختیار کیا اور ان میں گمراہی پھیلنا شروع ہوئی تو عادتِ الٰہی کے مطابق ان کی اصلاح کے لئے پھر انبیا و رسول بھیجے گئے۔ قرآن کریم نے اس کو اس طرح بیان فرمایا:-

اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ o فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ o وَلَقَدْ
ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ o وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ o (۱)

اُنہوں نے اپنے بڑوں کو گمراہی کی حالت میں پایا تھا، پھر یہ اُنہی کے قدم بقدم

تیزی کے ساتھ چلتے تھے، اور اُن سے پہلے بھی اگلے لوگوں میں اکثر گمراہ ہو چکے ہیں، اور ہم نے ان میں بھی ڈرانے والے بھیجے تھے۔

اور سورۂ روم میں اسی مضمون کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمایا:-

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ رُسُلاً اِلٰی قَوْمِهِمْ فَجَآءُ وْهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا وَ کَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ (۲)

''اور ہم نے آپ سے پہلے بہت سے پیغمبر اُن کی قوموں کے پاس بھیجے اور وہ اُن کے پاس دلائل لیکر آئے۔ سو ہم نے اُن لوگوں سے انتقام لیا جو مرتکب جرائم ہوئے تھے اور اہل ایمان کا غالب کرنا ہمارے ذمے تھا''

ایسے ہی بارہ انبیاء و رسل کا نام کے ساتھ ذکر کرتے ہوئے سورۃ النساء میں ارشاد فرمایا:-

اِنَّآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ کَمَآ اَوْحَیْنَآ اِلٰی نُوْحٍ وَّالنَّبِیّٖنَ مِنْ بَعْدِهٖ ج وَ اَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِیْسٰی وَاَیُّوْبَ وَیُوْنُسَ وَ هٰرُوْنَ وَسُلَیْمٰنَ ج وَاٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۝ (۳)

ہم نے آپ کے پاس وحی بھیجی ہے جیسے نوح کے پاس بھیجی تھی اور ان کے بعد اور پیغمبروں کے پاس اور ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اولاد یعقوب اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کے پاس وحی بھیجی تھی اور ہم نے داؤد کو زبور دی تھی

اور پھر بارہویں پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اُن کے علاوہ بھی متعدد دوسرے پیغمبر ہیں، جنہیں ہم نے مخلوق کی ہدایت کے لئے بھیجا۔ ان میں سے بعض کا حال ہم نے آپ سے بیان کر دیا ہے جبکہ بعض کا نہیں بیان کیا:-

وَرُسُلاً قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَیْکَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلاً لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَیْکَ ط وَ کَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰی تَکْلِیْمًا ۝ (۴)

اور ایسے پیغمبروں کو صاحب وحی بتایا جن کا حال اس سے قبل ہم آپ سے بیان کر چکے ہیں۔ اور ایسے پیغمبروں کو جن کا حال ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا اور موسیٰ سے اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر کلام فرمایا۔

مقصدِ بعثت

اِن انبیاو رُسل کے بھیجنے کا مقصد بیان کرتے ہوئے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:-

رُسُلاً مُّبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ لِئَلَّا یَکُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَی اللّٰہِ حُجَّۃٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ط وَکَانَ اللّٰہُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا ○ (۵)

''ان سب کو خوشخبری دینے والے اور خوف سنانے والے پیغمبر بنا کر اس لئے بھیجا تا کہ لوگوں کے پاس اللہ تعالےٰ کے سامنے اِن پیغمبروں کے بعد کوئی عذر باقی نہ رہے (یعنی ظاہراً بھی عذر باقی نہ رہے اور قیامت میں یہ نہ کہہ سکیں کہ ہم کو تو دنیا میں بھلائی برائی کا علم ہی نہ تھا کہ اللہ کے نزدیک کیا چیز اچھی ہے اور کیا بری) اور اللہ تعالیٰ پورے زور والے ہیں۔ بڑی حکمت والے''

مختلف بستیوں کی طرف ہدایاتِ ربّانی

چنانچہ ہمیں کچھ تو قرآن و سنت کی تصریحات سے اور کچھ مختلف آیاتِ تورات و کتب تاریخ عالم کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ پاک نے مختلف بستیوں کی ہدایت کے لئے ان انبیا و رُسل کو اس طرح بھیجا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو اُن کی اس وقت کی موجودہ ذُرّیت کی طرف۔ حضرت نوح علیہ السلام کو ایک لاکھ چالیس ہزار مربع کلومیٹر کے علاقے جزیرہ کی طرف۔ حضرت ہود علیہ السلام کو ارضِ احقاف میں قوم عاد کی طرف۔ حضرت صالح علیہ السلام کو حجر و وادیٔ قُریٰ میں قوم ثمود کی طرف۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قصبہ اور (عراق) کلدان، حاران، فلسطین شام و مصر وغیرہ کی طرف۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو وادیٔ غیر ذی زرع کی طرف حضرت اسحٰق و یعقوب علیہما السلام کو فدّان آرام و ارض کنعان (فلسطین) کی طرف۔ حضرت لوط علیہ السلام کو شرقِ اردن۔ سدوم و عامورہ کی بستیوں کی طرف۔ حضرت شعیب علیہ اسلام کو اصحاب مدین وا یکہ کی طرف۔ حضرت یوسف علیہ اسلام کو کنعان (فلسطین) و مصر کی طرف۔ حضرت موسیٰ و ہارون علیہما اسلام کو مصر میں بنی اسرائیل کی طرف۔ حضرت یوشع بن نون علیہ اسلام کو اَریحا و یروشلم کی طرف۔ حضرت الیاس علیہ اسلام کو بعلبک کی طرف۔ حضرت الیاس کے خلیفہ و نائب حضرت الیسع علیہ اسلام کو بعلبک و نواحی بستیوں کی طرف، حضرت داود علیہ اسلام کو شام، عراق، فلسطین۔

شرق اُردن۔ ایلہ (خلیج عقبہ) وحجاز وغیرہ کی طرف۔ حضرت سلیمان بن داود علیہما السلام کو شام و عراق و یروشلم و لبنان وغیرہ متعدد علاقوں کی طرف۔ حضرت ایوب علیہ السلام کو سرزمین عوض کی طرف، حضرت یونس علیہ السلام کو اہل نینویٰ کے طرف۔ حضرت عزیر علیہ السلام کو بابل، یروشلم و سائر آباد (عراق) کی طرف۔ حضرت زکریا علیہ السلام کو اہل بیت المقدس کی طرف۔ حضرت یحیٰی علیہ السلام کو بیت المقدس و نواح یرون کی طرف۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تمام اسرائیلی دنیا کی طرف۔ اور آخر میں خاتم النبیین سرور دو عالم فخر کائنات سیدنا حضرت محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع انس و جن اور تمام عالم کی طرف۔

پیغمبروں کے لئے دو اعزاز

اللہ کے وہ مقرب بندے جو وقتاً فوقتاً مختلف انسانی بستیوں کی طرف ہدایت کے لئے بھیجے گئے اور جن کے ذریعے اللہ ربّ العزت کا پیغام اور اُس کی شریعت بندوں تک پہنچی اُن میں سے بعض کے لئے قرآن کریم میں صرف لفظ ''نبی'' استعمال کیا گیا جبکہ بعض دیگر کے لئے صرف لفظ ''رسول''۔ ایسا بھی ہوا کہ ایک قرآنی آیت میں جسے ''نبی'' کہا گیا دوسری آیت میں اسی کو ''رسول'' کے لفظ سے یاد کیا گیا۔ یعنی اُس پیغمبر کو دو عزتوں سے نوازا گیا اور کبھی ایسا بھی ہوا کہ ایک ہی آیت میں ''نبی'' و ''رسول'' دونوں لفظ اس پیغمبر کے لئے یکجا کر دیئے گئے مثلاً درج ذیل آیات:

(۱) وَوَهَبْنَا لَهٗ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ط وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ٥(۲)

اس آیت میں حضرت اسحٰق و حضرت یعقوب علیہما سلام کے لئے لفظ ''نبی'' استعمال کیا گیا۔

(۲) وَ وَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ٥(۷)

اس آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بڑے بھائی حضرت ہارون علیہ سلام کے لئے لفظ نبی استعمال کیا گیا۔

(۳) وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا (۸)

اس آیت میں حضرت ادریس علیہ سلام کے لئے صدیق نبی کا لفظ استعمال کیا گیا۔

حضرت عیسیٰ اسلام کے لئے سورۂ مریم آیت ۔۳۰ میں لفظ ''نبی'' استعمال کیا گیا جبکہ درجہ ذیل آیت میں انہوں نے اپنے لئے، لفظ ''رسول اللہ'' استعمال کیا:۔

(۴) وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ

اِلَیۡکُمۡ (۹)

اور اس طرح وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جبکہ عیسیٰ بن مریم نے فرمایا کہ اے بنی
اسرائیل میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو درج ذیل آیت میں 'یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ'' کہہ کر مخاطب کیا گیا:-

(۵) یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الۡکُفَّارَ وَالۡمُنٰفِقِیۡنَ وَاغۡلُظۡ عَلَیۡهِمۡ (۱۰)

اے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کفار سے (بذریعہ تلوار) اور منافقین سے (بذریعہ
زبان) جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے''

جبکہ درج ذیل آیت میں لفظ 'یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوۡلُ'' کہہ کر آپ سے خطاب کیا گیا:-

(۶) یَا اَیُّهَا الرَّسُوۡلُ بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ ط (۱۱)

اے رسول! جو جو کچھ آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل کیا گیا ہے آپ
سب پہنچا دیجئے''۔

بعض قرآنی آیات میں بعض پیغمبروں کے لئے 'رسول' اور ''نبی'' دونوں لفظ ایک ساتھ ہی استعمال کئے گئے مثلاً

(۷) وَاذۡکُرۡ فِی الۡکِتٰبِ مُوۡسٰۤی اِنَّهٗ کَانَ مُخۡلَصًا وَّکَانَ رَسُوۡلًا نَّبِیًّا ۝ (۱۲)

اور اس کتاب میں موسیٰ کا بھی ذکر کیجئے۔ وہ بلاشبہ اللہ کے خاص کئے ہوئے
بندے تھے اور وہ رسول بھی تھے نبی بھی تھے

(۸) وَاذۡکُرۡ فِی الۡکِتٰبِ اِسۡمٰعِیۡلَ اِنَّهٗ کَانَ صَادِقَ الۡوَعۡدِ وَکَانَ
رَسُوۡلًا نَّبِیًّا ۝ (۱۳)

اور اس کتاب میں اسماعیل کا بھی ذکر کیجئے۔ بلاشبہ وہ وعدے کے بڑے سچے
تھے اور وہ رسول بھی تھے نبی بھی تھے۔

قرآن مجید میں حضرت اسمعیل علیہ السلام کو رسول نبی کہا گیا جبکہ حضرت اسحٰق علیہ السلام کے لئے صرف نبی کا لفظ استعمال کیا گیا۔ علامہ ابن کثیر دمشقی (م ۷۷۴ھ) اسی سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی حضرت اسحٰق علیہ السلام پر فضیلت ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فی هذا دلالة علی شرف اسمعیل علی اخیه اسحق لانه انما

وصف بالنبوة فقط و اسماعيل وصف بالنبوة والرسالة(۱۴)
اس آیت سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ان کے چھوٹے بھائی حضرت اسحاق پر فضیلت معلوم ہوتی ہے کہ حضرت اسحٰق کو صرف نبی کہا گیا جبکہ حضرت اسمٰعیل علیہ اسلام کو نبی بھی اور رسول بھی۔

حضرت موسیٰ علیہ اسلام کے لئے بھی یہ دونوں لفظ جمع کئے گئے اور ان کے لئے بھی رسولاً نبیا کہا گیا چنانچہ ان کی بھی دیگر متعدد انبیا پر فضیلت معلوم ہوتی ہے چنانچہ علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں۔

وكان رسولاً نبيا. جمع الله له بين الوصفين فانه كان من المرسلين الكبار أُولي العزم الخمسة، وهم نوح و ابراهيم و موسيٰ و عيسيٰ و محمد صلوات الله وسلامه على سائر الانبيا اجمعين (۱۵)

''حضرت موسیٰ رسول بھی تھے اور نبی بھی تھے۔ اللہ پاک نے ان کے لئے دونوں اوصاف جمع کر دیئے تھے کہ وہ ان پانچ عظیم المرتبت اولوالعزم رسولوں میں سے تھے یعنی حضرت نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ اور محمد ﷺ، صلوٰت اللہ و سلامہ علی سائر الانبیاء اجمعین۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تین اعزاز

دیگر انبیا علیہم السلام کے لئے گذشتہ قرآنی آیات میں دو اعزاز بیان ہوئے، ایک ان کا نبی ہونا اور دوسرا ان کا رسول ہونا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ دو اعزاز بھی ملے جیسا کہ سورۃ التحریم (آیت، ۹) اور سورۃ المائدہ (آیت، ۶۷) میں اوپر بیان ہوا جبکہ آپ کو ایک تیسرا عظیم الشان اعزاز خاتم النبیین ہونے کا بھی ملا جو اب تک کسی نبی کو بھی نہ ملا تھا۔ ارشاد ربانی ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ط وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝ (۱۶)

''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے''

تو اب تک عظیم المرتبت اور اُولوالعزم پیغمبروں کو نبی و رسول ہونے کے دو اعزاز خلاقِ عالم کی طرف سے رحمت ہوئے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ''خاتم النبیین'' ہونے کا تیسرا اور سب سے بڑا اعزاز دے کر بتادیا گیا کہ اب خاتم النبیین کے تشریف لانے کے بعد نبوت و رسالت کا وہ سلسلہ جو حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے اب تک جاری و ساری تھا، ختم کردیا گیا۔ چنانچہ علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ ''یہ آیت اس بارے میں صریح نص ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور جب آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو آپ کے بعد کسی رسول کا نہ آنا بدرجۂ اَولیٰ ثابت ہوگا۔ کیونکہ مقام رسالت، مقام نبوت کے مقابلے میں زیادہ خاص ہے کہ ہر رسول نبی ہوتا ہے جبکہ ہر نبی رسول نہیں ہوتا اور اس بارے میں صحابہؓ کی ایک بڑی جماعت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی متواتر احادیث وارد ہیں''۔(١٧)

حاصل کلام یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے وہ درجۂ افضلیت عطا فرمایا کہ آپ سے پہلے کسی پیغمبر کو عطا نہ ہوا تھا کہ آپ نبی بھی ہیں۔ رسول بھی اور خاتم النبیین بھی۔

یہ تینوں لفظ قرآن مجید میں جس طرح استعمال ہوئے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معنی کے اعتبار سے ان تینوں میں کچھ فرق ہے۔ تو اوّلاً ہم ان تین الفاظ نبی، رسول اور خاتم النبیین کے لغوی معنی کی طرف توجہ کرتے ہیں اور ثانیاً ان کے درمیان فرق کو واضح کریں گے۔

لفظ نبی

اس کے متعلق دو قول ہیں: ایک یہ کہ یہ لفظ نَبَاء سے نکلا ہے جس کے معنی اہم خبر کے ہیں۔ ''نبی'' چونکہ انسانوں کو احکام الٰہی کی اہم خبر دیتا ہے اس لئے اس کو نبی کہتے ہیں، اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ لفظ نُبُوۃ بمعنی رفعت و بلندی سے ماخوذ ہے، اور نبی چونکہ عام انسانوں کے مقابلے میں ارفع و اعلیٰ درجے کا مالک ہوتا ہے۔ اس لئے اُسے نبی کہتے ہیں: امام راغب اصفہانی (م٥٠٢ھ) لکھتے ہیں کہ '' نبأ ایسی خبر کو کہتے ہیں جسکا فائدہ عظیم ہو۔ جو یقینی علم کے حصول کا ذریعہ ہو یا جس خبر سے غلبۂ ظن (غالب گمان) حاصل ہوتا ہو۔ یہ اصل میں ایسی ہی خبر کو کہتے ہیں۔ جس میں یہ مذکورہ تینوں چیزیں پائی جائیں (عظیم فائدہ۔ علم، غلبۂ ظن) اور نبأ کہلائے جانے کے لئے اس خبر کا پورا پورا ''حق'' یہ ہے کہ اس میں جھوٹ بالکل نہ ہو (جھوٹ کا شائبہ تک نہ ہو) مثلاً خبر متواتر (اتنے زیادہ معتبر لوگوں کا پے در پے بیان جن کا جھوٹ پر جمع ہونا محال ہو) یا جیسے خبر الٰہی یا خبر نبوی علیہ السلام''۔(١٨)

درج ذیل بعض قرآنی آیات میں نبأ کے مذکورہ تینوں پہلوؤں کا موثر انداز میں ذکر ہے مثلاً

قُلْ هُوَ نَبَؤٌ عَظِيْمٌ o اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ o (۱۹)

آپ کہہ دیجئے کہ وہ قیامت کی خبر ایک عظیم الشان خبر ہے جس سے تم بالکل ہی بے پرواہ ہو رہے ہو۔

یہاں نبوءٌ کے ساتھ عظیم کی صفت اس خبر کے عظیم فائدے کی نشا ندہی کر رہی ہے کہ اس دنیاوی زندگی کو آخرت کی کھیتی سمجھ کر آخرت اور روز قیامت کے لئے تیاری کرو۔ اس طرح مثلاً

عَمَّ يَتَسَآءَ لُوْنَ o عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ o الَّذِىْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ o (۲۰)

یہ قیامت کا انکار کرنے والے لوگ کس خبر کا حال دریافت کرتے ہیں۔ اس بڑے واقعے کا حال دریافت کرتے ہیں جس میں یہ لوگ اہل حق کے ساتھ اختلاف کر رہے ہیں۔

یہاں بھی نبأ کے ساتھ عظیم کا ذکر ہے جو خبر کے عظیم ہونے کی خبر دیتی ہے۔ لفظ ''نبأ'' کا دوسرا عنصر یہ ہے کہ اس خبر سے یقینی علم حاصل ہو۔ اس پہلو کے متعلق ارشاد ہوا

تِلْكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ج مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ط (۲۱)

یہ قصہ (بوقت طوفانِ نوح، حضرت نوح علیہ السلام کا اپنے رب سے اپنے بیٹے کے لئے درخواست کرنا) منجملہ اخبارِ غیب کے ہے جس کو ہم بذریعہ وحی آپ کو پہنچاتے ہیں۔ ہمارے بتانے سے قبل اس قصے کو نہ آپ جانتے تھے۔ نہ آپ کی قوم۔

تو اس قصے کا یقینی علم آپ کو بذریعہ وحی حاصل ہوا۔ لفظ نبأ کا تیسرا پہلو غلبۂ ظن کا ہے یعنی غالب گمان۔ اس پہلو کو درج ذیل آیت واضح کرتی ہے:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ o (۲۲)

اے ایمان والو۔ اگر کوئی شریر آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو خوب تحقیق کر لیا کرو، کبھی کسی قوم کو نادانی سے ضرر نہ پہنچا دو۔ پھر اپنے کئے پر پچھتانا پڑے۔

نزول آیت کا پس منظر یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ حضرت جویریہؓ کے والد

حضرت حارث بن ضرارؓ نے جو قبیلہ بنی مصطلق کے رئیس تھے قبول اسلام کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اپنے قبیلے میں بھی اسلام کی تبلیغ کریں گے اور اپنے قبیلے کے مسلمانوں کی زکوٰۃ کی رقوم جمع کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کو ادا کیا کریں گے۔ چنانچہ وقت مقررہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ولید بن عقبہؓ کو قاصد بنا کر حارث بن ضرار کے پاس زکوٰۃ کی جمع کردہ رقوم کی وصول یابی کے لئے بھیجا۔ ولید بن عقبہ جب قاصد بن کر حارث بن ضرار کے پاس جا رہے تھے تو راستے میں انہیں خیال آیا کہ قبیلہ بنی مصطلق سے ان کی پرانی دشمنی چل رہی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اس قبیلے کے لوگ مجھے قتل کر دیں۔ چنانچہ یہ خیال آتے ہی وہ راستے ہی سے واپس آ گئے۔ بعض روایات کے مطابق قبیلہ بنی المصطلق کے لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کی حیثیت سے ان کا استقبال کرنے آئے تو ولید بن عقبہ سمجھے کہ یہ لوگ زکوٰۃ سے انکاری ہیں اور اپنی پرانی دشمنی نکالنے کے لئے انہیں قتل کرنے آئے ہیں چنانچہ اپنے اسی خیال کے مطابق انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آ کر اطلاع دے دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر برہم ہوئے اور آپ ﷺ نے تحقیق حال کے لئے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ایک دستے کے ہمراہ بھیجا تاہم آپ نے حضرت خالدؓ کو تاکید کر دی کہ پہلے معاملے کی پوری تحقیق کر لیں۔ چنانچہ حضرت خالدؓ بن ولید حارث بن ضرار کے پاس پہنچے اور تحقیق حال کی تو معلوم ہوا کہ بات صحیح نہیں اور یہ کہ ولید بن عقبہ تو حارث بن ضرار سے ملے ہی نہیں۔ حضرت خالد نے پوری بات آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دی۔ تو اگر بغیر تحقیق حضرت خالد بن ولیدؓ زکوٰۃ نہ دینے پر قبیلہ بنی مصطلق پر فوجی یلغار کر دیتے تو مسلمانوں کو مسلمانوں کے ہاتھوں بڑا نقصان پہنچ جاتا۔ اس لئے اس قرآنی آیت میں ہدایت کی گئی کہ اگر خبر غیر معمولی نوعیت کی ہو تو بہتر ہے اس میں توقف سے کام لیا جائے اور غلبۂ ظن کے باوجود اس کے عواقب پر دوبارہ نظر ڈال لی جائے۔ حضرت امام راغب اصفہانیؒ اسی کی تشریح میں فرماتے ہیں:

> فتنبیه انه اذا کان الخبر شیئاً عظیماً لهٗ قدرٌ فحقه ان یتوقف فیه
> وان علم و غلب صحته علی الظن حتی یعاد النظر فیه (۲۳)
>
> اس آیت میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ اگر کوئی خبر غیر معمولی نوعیت کی ہو۔ جس کے اہم نتائج برآمد ہو سکتے ہوں تو اس میں توقف سے کام لینا چاہئے اور علم و غلبۂ ظن کی صورت میں اس میں باردگر غور و خوض کر لینا چاہئے۔

تو اس قول کے مطابق لفظ نبی نبأٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ایسی خبر کے ہیں جو نوعیت کے

not

اعتبار سے بہت مفید ہو اور جس سے یقینی علم یا غالب گمان حاصل ہوتا ہو۔ چونکہ نبی اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان ایسی ہی خبر کا ذریعہ یا واسطہ ہوتا ہے اس لئے اسے نبی کہتے ہیں۔

دوسرے قول کے مطابق لفظ نبی نَبوۃٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں رفعت و بلندی۔ چونکہ نبی کا مقام و درجہ دوسرے تمام لوگوں سے ارفع و بلند ہوتا ہے اس لئے اسے نبی کہتے ہیں۔ چنانچہ حضرت امام راغب اصفہانیؒ المفردات میں فرماتے ہیں:-

> وقال بعض العلماء هو مِن النبَوة اى الرفعة وسُمِّيى نبيًّا لِرفعة مَحلِّه عن سائر الناس المدلول عليه بقوله وَ رَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا (۲۴)
>
> اور بعض علماء نے فرمایا لفظ نبی ''النّبوۃ'' سے نکلا ہے بمعنی رفعت و بلندی اور نبی کو نبی اس لئے کہتے ہیں کہ اس کا مقام باقی تمام لوگوں سے ارفع و اعلیٰ ہوتا ہے جیسا کہ (سورۃ مریم، آیت ۵۷ میں حضرت ادریس علیہ السلام کے متعلق) فرمایا کہ ہم نے ان کو کمالات میں بلند مرتبے تک پہنچایا۔

لفظ رسول

اس کا مادّہ ر،س،ل ہے۔ زیر و زبر کے اختلاف اور مختلف الفاظ کے ساتھ استعمال سے اس کے معنی مختلف ہو جاتے ہیں مثلاً (۱) لفظ رَسْل (ر کا زبر۔ سین کا جزم) لفظ ''سَیْر'' (چلنا) کے ساتھ استعمال ہو تو بمعنی نرم چال اور جب لفظ شَعْر (بال) کے ساتھ استعمال ہو تو بمعنی لٹکے ہوئے بال (۲) لفظِ رِسْل (ر کا زیر۔ س کا جزم) بمعنی آسودگی۔ آہستگی۔ نرمی، عربی محاورے میں کہتے ہیں علی رسلک یا رجل (ارے میاں باوقار رہو۔ اتنی زیادہ جلدی نہ دکھاؤ) (۳) لفظ رِسْلة (ر کا زیر) بمعنی جماعت۔ عربی محاورے میں کہا جاتا ہے جاء وا رسلةً (وہ گروہ در گروہ آئے) (۴) لفظ رَسَل (راور س دونوں کا زبر) بمعنی جماعت۔ گروہ جمع اَرْسَال (۵) رَسْله (ر کا زبر۔ س کا جزم) بمعنی نرمی محاورے میں کہا جاتا ہے ناقةٌ رَسْلةٌ۔ نرم چال والی اُونٹنی۔ ایک عربی محاورہ اس طرح بھی ہے هم فی رَسْلة من العيش (وہ لوگ آرام۔ راحت و آسودگی میں ہیں) (۶) رِسَالة. رَسَالةٌ (ر کا زبر اور زیر) بمعنی پیغام، پیغام رسانی، خط۔ اس کی جمع رَسَائل ورسالات آتی ہے (۷) رَسُولٌ . رَسِيل

بمعنی بھیجا ہوا۔ پیغامبر۔ ان کی جمع رُسُل ، ارسل او رُسلاء آتی ہیں (۲۵)

امام راغب اصفہانیؒ لفظ رسول کی مزید تحقیق کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:-

والرسول یقال للواحد والجمع . قال تعالیٰ لقد جاء کم رسول من انفسکم . قال انا رسول رب العلمین. (۲۶)

لفظ ''رسول'' واحد اور جمع دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ سورۃ توبہ۔ آیت ۱۲۸ میں یہ بطور واحد اور سورۃ الشعراء آیت ۱۶ میں یہ بطور جمع استعمال ہوا ہے۔

وَرُسُلُ اللہ تارۃ یُراد بھا الملائکۃ و تارۃ یُرا دبھا الانبیا

اور اللہ کے رسولوں سے مراد کبھی فرشتے اور کبھی انبیا علیہم السلام ہوتے ہیں۔

چنانچہ سورۂ ہود کی آیات ۶۹، ۷۷ اور ۸۱ اور سورۂ التکویر۔ آیت ۱۹ میں رسول یا رُسُل سے فرشتے مراد ہیں یعنی اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے۔ اور سورۂ آل عمران آیت ۔۱۴۴ اور سورۂ مائدہ آیت ۶۷ میں مراد انسان رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں نہ کہ فرشتے۔ اور درج ذیل آیت میں لفظ ''رُسل'' سے مراد نہ صرف پیغمبر ہیں بلکہ پیغمبر بھی اور ان کی امتوں کے نیک افراد بھی۔ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

یٰاَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا (۲۶/۱)

اے پیغمبرو! تم (اور تمہاری اُمتیں) نفیس چیزیں کھاؤ اور نیک کام کرو۔

یہاں لفظ الرسل استعمال کیا گیا جس کے معنی رسولوں کے ہیں مگر مراد رسول بھی ہیں اور ان کے اچھے اُمتی بھی۔ امام راغب اصفہانی کے بقول یہاں مراد رسول اور ان کے مخلص اصحاب ہیں۔ ان اصحاب کو بھی رُسُل اس لئے کہہ دیا کہ وہ بھی اُنہی کے ساتھ ہیں جسے مُھلَّب (بجھ کیا ہوا) اور ان کے متعلقین کو مہالبہ کہہ دیا جاتا ہے۔ (۲۷)

اور سورۂ المؤمنون کی اس آیت میں حلال غذا کھانے اور نیک اعمال بجالانے کے دو حکم کو یکجا کر دیا گیا ہے اس میں اس طرح بھی اشارہ ہو سکتا ہے کہ نیک اعمال بجالانے اور اکل حلال میں بڑا گہرا ربط ہے کہ نیک اعمال کی توفیق اکل حلال کے بعد ہی ہوتی ہے

نبی و رسول کا فرق

قرآن کریم نے جس طرح ''نبی'' اور ''رسول'' کے الفاظ استعمال کئے ہیں اس سے معلوم ہوتا

ہے کہ ان دونوں کے معنی میں فرق ہے۔ یہ جو فرق کیا ہے اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں:

(۱) شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ اپنی کتاب ''النبوات'' میں فرماتے ہیں کہ نبی وہ ہے جو اللہ کی بتائی ہوئی چیزیں لوگوں تک پہنچائے۔ اگر اس نبی کی بعثت منکرین ومخالفین کی طرف ہوئی ہے تو وہ قرآنی اصلاح میں رسول ہے ورنہ صرف نبی۔ رسول ہونے کے لئے شریعت جدیدہ کا حامل ہونا ضروری نہیں۔ حضرت یوسف، حضرت داؤد اور حضرت سلیمان قرآنی تصریح کے مطابق رسول تھے حالانکہ وہ کسی جدید شریعت کے حامل نہ تھے بلکہ حضرت یوسف، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کے پیرو تھے اور حضرت داؤد وسلیمان حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے پیرو۔

(۲) قاضی بیضاویؒ فرماتے ہیں کہ رسول وہ ہے جو جدید شریعت لیکر آیا ہو (بعض نے جدید شریعت کے بجائے کہا کہ وہ آسمانی کتاب کا حامل ہو) جبکہ نبی کے لئے یہ ضروری نہیں۔

تو نبی عام ہے اور رسول خاص۔ درج ذیل حدیث سے اس قول کی تائید ہوتی ہے:

> **عن ابی ذر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کان الانبیاماۃ الف وأربعۃ وعشرین الفاو کان الرسل خمسۃ عشر وثلاثمائۃ رجل فیھم او لھم آدم الی قولہ آخر ھم محمد (۲۷/۱)**
>
> حضرت ابوذرؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا حضرات انبیا ایک لاکھ ۲۴ ہزار ہوئے ہیں اور رسول ۳۱۵ جن میں سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام اور سب سے آخر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

(۳) علامہ رشید رضا اپنی تفسیر المنار میں لکھتے ہیں نبی وہ ہے جسے بذریعے وحی الٰہی اُن احکام و اخبار سے آگاہ کیا جائے جن سے آگاہی انسانی کوشش سے ممکن نہ ہو اور رسول ایسا نبی ہے جسے اللہ نے تبلیغ دین و دعوت شریعت کے لئے بھیجا ہو اور اُسے اپنی ذات کو دوسروں کے لئے عملی نمونہ بتانے کا حکم دیا ہو۔ رسول کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ جدید شریعت یا جدید کتاب بھی لیکر آیا ہو۔ مذکورہ تینوں اقوال بیان کرنے کے بعد قاضی زین العابدین لکھتے ہیں کہ ''بہر حال ان تینوں اقوال کی روشنی میں یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ باعتبار ''دعوت'' اور ''مدعوئین'' کے ''نبی'' عام ہے اور ''رسول'' خاص لیکن باعتبار جنسیت داعی کے ''رسول'' عام ہے کہ اس کا اطلاق ''رسل بشر'' پر بھی ہوتا ہے اور رسل ملائکہ پر بھی اور ''نبی'' خاص کہ اُس کا اطلاق رسل ملائکہ پر نہیں ہوتا'' (۲۸)

(۴) حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ ''رسول اور ''نبی'' کے معنی کے فرق کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول اور نبی کی تفسیر میں اقوال متعدد ہیں۔ تتبع آیات مختلفہ سے جو بات احقر کے نزدیک محقق ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ ان دونوں کے مفہوم میں عموم وخصوص من وجہ ہے۔ رسول وہ ہے جو مخاطبین کو شریعت جدیدہ پہنچاوے۔ خواہ وہ شریعت اُس رسول کے اعتبار سے بھی جدید ہو جیسے تو رات وغیرہ یا صرف مرسل الیہم (جن کی طرف وہ رسول بھیجا گیا) کے اعتبار سے جدید ہو۔ جیسے اسمٰعیل علیہ السلام کی شریعت کہ وہی شریعت ابراہیمہ تھی لیکن قوم جرہم کو اس کا علم حضرت اسمٰعیل ہی سے حاصل ہوا اور خواہ وہ رسول نبی ہو یا نبی نہ ہو جیسے ملائکہ کہ اُن پر رُسل کا اطلاق کیا گیا ہے اور وہ انبیا نہیں ہیں یا جیسے انبیا کے فرستادے اصحاب جیسا سورۂ یٰس میں ہے اذجاء ھا المرسلون۔

اور نبی وہ ہے جو صاحب وحی ہو خواہ شریعت جدیدہ کی تبلیغ کرے یا شریعت قدیمہ کی جیسے اکثر انبیا نبی اسرائیل کہ شریعت موسویہ کی تبلیغ کرتے تھے۔ پس من وجہ وہ عام ہے۔ من وجہ یہ عام ہے۔ پس جن آیتوں میں دونوں جمع ہیں اُس میں تو کوئی اشکال نہیں کہ عام وخاص کا جمع ہونا صحیح ہے اور جس موقع پر دونوں میں تقابل ہوا ہے جیسے وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی (سورۂ الحج۔ آیت ۵۲) چونکہ عام و خاص مقابل ہوتے نہیں اس لئے وہاں نبی کو ''عام نہ لیں گے بلکہ خاص کرلیں گے مبلغ شریعت سابقہ کے ساتھ، پس معنے یہ ہونگے۔ ماارسلنا من قبلک من صاحبِ شرع جدید ولا صاحب شرع غیر جدید. یعنی رسول کے معنی صاحب شرع جدید اور نبی کے صاحب شرع غیر جدید (۲۹)

(۵) حضرت مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ نبی و رسول کے فرق کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> شریعت اسلامی میں نبی اُس ہستی کو کہتے ہیں جس کو حق تعالٰی نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے چن لیا ہو اور وہ براہِ راست اللہ تعالٰی سے ہم کلام ہوئی اور رسول اس نبی کو کہا جاتا ہے جس کے پاس اللہ کی جانب سے نئی شریعت اور نئی کتاب بھیجی گئی ہو'' (۳۰)

لفظ ''خاتم النبیین''

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا کہ اللہ پاک نے دیگر انبیا ورسل کو یا تو صرف اس عزت سے نوازا کہ انہی نبی بنا کر بھیجا۔ بندوں کی ہدایت اُن سے متعلق کر دی اور اللہ پاک اُن انبیا سے ہم کلام ہوا۔ یا اُن کو دو

عزتوں سے نوازا کر نبی رسول بنا کر بھیجا، جدید شریعت یا جدید کتاب یا دونوں بھی ان کو عنایت فرمائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کاملہ سے اِن دو عزتوں کے علاوہ ایک تیسری ایسی عزت سے بھی نوازا جس سے اب تک کسی اور نبی یا نبی رسول کو نہیں نوازا تھا یعنی آپ کے خاتم النبیین ہونے کی عزت کہ آپ پر سلسلۂ نبوت بھی ختم کر دیا اور آپ کے ذریعے اپنے دین کی تکمیل بھی فرما دی والحمد للہ علی ذالک۔ اس مضمون کی تشریح کے سلسلے میں درج ذیل دو قرآنی آیتیں مرکزی حیثیت کی حامل ہیں: سورۃ الاحزاب کی درج ذیل آیت۔

(ا) مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝ (۳۱)

محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

اور سورۃ المائدہ کی درج ذیل آیت جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں اور آپ کی بعثت کے ذریعے تکمیل دین، انسانیت پر اتمام نعمت اور اسلام کی عالمگیریت واضح کی گئی ہے:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ (۳۲)

آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور میں نے تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لئے پسند کر لیا۔

اب اِن مذکورہ دو قرآنی آیات میں ہمیں درج ذیل تشریح طلب اُمور پر غور کرنا ہے:

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مردوں میں سے کسی کی اُبُوّۃِ صلبیہ کی نفی اور اُبُوّۃِ روحانیہ کا اثبات: اس کی تشریح

۲۔ لفظ خاتم کی دو قرأتیں: اُن کے معنی اور تشریح

۳۔ آیت میں خاتم المرسلین نہیں کہا گیا، بلکہ خاتم النبیین کہا گیا: اس کی حکمت

۴۔ تکمیل دین، اِتمام نعمت اور اسلام کی عالمگیریت کی تشریح

اُبوّۃِ صلبیہ واُبوّۃِ روحانیہ

اُبوہ۔باپ ہونا،صلب۔پشت۔ابوۃِ صلبیہ:حقیقی باپ ہونا اُبوۃ روحانیہ،بحیثیت مرشدوہادی وپیغمبراُمت کاباپ ہونا۔روحانی رشتہ سے ہراُمتی کاباپ ہونا سورۃ الاحزاب کی آیت ۴۰ میں (جس کا ابھی ذکرہوا) فرمایا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں (آپ کے چار بیٹوں میں سے تین ۳ بیٹے نزولِ آیت سے پہلے بچپن ہی میں فوت ہوگئے تھے اور چوتھے بیٹے حضرت ابراہیم ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے تھے اوروہ بھی چھوٹی عمر میں ہی فوت ہوئے ۔تو ان چاروں بیٹوں میں کوئی بھی پختہ عمر کو نہ پہنچ سکا کہ رجل (مرد) کہلاتا)اور منہ بولا بیٹا (متبنٰی) صلبی جسمانی۔حسی وحقیقی بیٹے کی طرح نہیں ہوتا کہ اُس کی طلاق شدہ بیوی سے اس کے باپ کا نکاح صحیح نہ ہو یا اس کی موت کی صورت میں باپ کو اس کی میراث سے حصہ ملے یا اُن کا نفقہ خرچ اس پر واجب ہو۔یہ چیزیں تو حقیقی بیٹے کی صورت میں ہوتی ہیں ۔تو کفار کا یہ طعن صحیح نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ بولے بیٹے حضرت زید بن حارثہؓ کی مطلقہ بیوی، حضرت زینب بنت جحش کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیسے صحیح ہوگیا اور اس میں درحقیقت عظیم دینی مصلحت تھی کہ خوب واضح ہوجائے کہ متبنٰی کی مطلقہ کے ساتھ نکاح درست ہے۔

اب رہا یہ شبہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر اُبوۃِ صلبیہ وجسمانیہ حاصل نہیں تو کیا کسی طرح کی ابوہ (باپ ہونا) بھی حاصل نہیں ۔قرآن کریم نے **ولٰکن رسول الله و خاتم النبیین** کہہ کر اس شبہ کا ازالہ فرمادیا کہ نہیں ایسا نہیں ہے بلکہ آپ کو تو ایسی اُبوۃِ روحانیہ قویہ حاصل ہے کہ آپ کی روحانی اولاد (امت مسلمہ) تعداد میں بھی اربوں کھربوں (جسمانی اولاد کی طرح صرف چار نہیں) اور قوت کیفیہ کے اعتبار سے بھی ایسی کہ آپ کی اور آپ کے دین کی عزت وناموس پر مرمٹنے کے لئے ہمہ وقت تیار۔اور آپ صرف نبی یا صرف رسول ہوتے تو یہ عزت وقتی ہوتی ۔صرف ایک محدود وقت کے لئے ۔ایسا بھی نہیں ہے بلکہ آپ پر سلسلۂ نبوت ختم ہے اور اس طرح یہ عزت آپ کے لئے قیامت تک کے لئے ہے۔

لفظ خاتم: دو قرأتیں:

امام عاصم اور امام حسن نے لفظ خاتم کو ت کے زبر کے ساتھ محفوظ کیا ہے جبکہ دیگر تمام قراۃ ت کے زیر کے ساتھ۔زبر کے ساتھ ہوتو لفظ خاتم بمعنی مہر ہے جبکہ زیر کے ساتھ ہوتو اس کے معنی ختم کرنے والا،آخر قوم۔دونوں صورتوں میں معنی وہی آخری نبی کے ہیں جن کے بعد اور کوئی نبی نہ آئے، کیونکہ مہر بھی اخر ہی میں لگائی جاتی ہے۔قرآن کریم میں ارشادفرمایا:

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰی سَمْعِهِمْ ط(۳۳)

اللہ نے مہر لگا دی ہے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر

یعنی اب کوئی خیر و بھلائی کی چیز ان سیاہ قلوب والے کافروں کے اندر داخل نہیں ہو سکتی۔

علامہ زمخشریؒ اپنی مشہور عالم تفسیر کشاف میں فرماتے ہیں کہ "خاتم: ت کے زیر کے ساتھ، بمعنی آلہ مہر اور ت کے زبر کے ساتھ بمعنی مہر کرنے والا یا ختم کرنے والا اور اسی دوسرے معنی کی تقویت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی قرأت ولکن نبیاً ختم النبیین سے ہوتی ہے۔ اگر آپ کو یہ شبہ ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیا بھلا کیسے کہتے ہیں جبکہ حسب روایت حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانے میں نزول کریں گے تو اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ آخر الانبیا کے معنی یہ ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص نبی نہیں بنایا جائے گا جبکہ حضرت عیسیٰ تو ان میں سے ہیں جنہیں آپ سے پہلے نبی بنایا گیا"۔(۳۴)

اور حضرت امام غزالیؒ کتاب الاقتصاد میں فرماتے ہیں۔

ان الامة قد فهمت من هذا اللفظ انه افهم عدم نبی بعده أبداً و عدم رسول بعده ابداً وانه ليس فيه تاويل ولا تخصيص فكلامه ، من أنواع الهذيان لايمنع الحكم بتكفيره لانه مكذب بهذا النص الذی اجمعت الامة علی انه غير ماول ولا مخصوص. (۳۵)

پوری امت نے اس خاتم النبیین کے لفظ سے یہی سمجھا ہے کہ نہ کبھی آئندہ کوئی نبی آئے گا اور نہ کبھی رسول آئے گا۔ اس میں نہ کسی تاویل کی گنجائش ہے نہ کسی تخصیص کی۔ اگر کوئی اس لفظ کی تاویل کرے تو اسے ہذیان اور دماغی خلل کہا جائے گا اور یہ تاویل اسے کافر کہے جانے سے نہیں روک سکتی کیونکہ وہ ایسی نص قرآنی کو جھٹلا رہا ہے جس کی نہ تاویل ہو سکتی ہے اور نہ جس میں کسی تخصیص کی گنجائش ہے۔

خاتم المرسلین نہ کہنے کی حکمت

قرآن کریم کی اس آیت میں ابتداً لفظ رسول استعمال ہوا ہے (ولکن رسول اللہ) تو بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اسی آیت کے دوسرے حصہ میں لفظ خاتم المرسلین کہا جاتا تو مناسب ہوتا لیکن اس کی بجائے لفظ خاتم النبیین استعمال کیا گیا۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ لفظ خاتم المرسلین کے استعمال کے بعد اس کی گنجائش

رہتی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی رسول (جدید شریعت یا جدید کتاب والا) تو نہیں آ سکتا مگر آپ کے بعد شاید کوئی نبی آ سکتا ہو جو جدید شریعت یا جدید کتاب والا نہ ہو مگر نبی ہو تو لفظ ''خاتم النبیین'' سے اس کی بھی نفی ہو گئی کہ آپ کے بعد نہ کوئی جدید شریعت یا جدید کتاب والا نبی آ سکتا ہے نہ قدیم شریعت والا عام نبی۔ تو لفظ خاتم النبیین میں زیادہ بلاغت ہے اور زیادہ عموم اس لئے بجائے خاتم المرسلین یہ لفظ استعمال کیا گیا۔ حضرت مولانا مفتی شفیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''اُوپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بصفت رسول آیا ہے۔ ان کے لئے بظاہر مناسب یہ تھا کہ آگے ''خاتم الرسل'' یا خاتم المرسلین کا لفظ استعمال ہوتا مگر قرآن کریم نے اس کے بجائے خاتم النبیین کا لفظ اختیار فرمایا۔ وجہ یہ ہے کہ جمہور علما کے نزدیک نبی اور رسول میں ایک فرق ہے وہ یہ کہ نبی تو ہر اُس شخص کو کہا جاتا ہے جس کو حق تعالیٰ اصلاح خلق کے لئے مخاطب فرمائیں اور اپنی وحی سے مشرف فرمائیں خواہ اس کے لئے کوئی مستقل کتاب اور مستقل شریعت تجویز کریں یا پہلے ہی نبی کی کتاب و شریعت کے تابع لوگوں کو ہدایت کرنے پر مامور ہو۔ جیسے ہارون علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب و شریعت کے تابع ہدایت کرنے پر مامور تھے۔ اور لفظ رسول خاص اس نبی کے لئے بولا جاتا ہے جس کو مستقل کتاب و شریعت دی گئی ہو۔ اسی طرح لفظ نبی کے مفہوم میں بہ نسبت لفظ رسول کے عموم زیادہ ہے تو آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ آپ ﷺ انبیا کے ختم کرنیوالے اور سب سے آخر میں ہیں خواہ وہ صاحب شریعت نبی ہوں یا صرف پہلے نبی کے تابع۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی کی جتنی قسمیں اللہ کے نزدیک ہو سکتی ہیں وہ سب آپ پر ختم ہو گئیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا'' (۳۶)

تکمیلِ دین، اتمامِ نعمت، اسلام کی عالمگیریت

ختم نبوت کے سلسلے میں اوپر جو دو قرآنی آیات نقل کی گئیں اب تک ان میں سے پہلی آیت (سورۃ الاحزاب۔ آیت ۴۰) کے درج ذیل تین پہلو واضح کئے گئے:-

(۱) رجال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی ابوۃ کی نفی اور روحانی اُبوۃ کا اثبات۔

(۲) لفظ خاتم النبیین میں لفظ خاتم کی ت کے زبر اور زیر کی دو قرأتیں۔

(۳) آیت قرآنی میں بجائے خاتم المرسلین کے خاتم النبیین کہنے کی حکمت

اب ختم نبوت کے سلسلے کی اوپر مذکورہ دوسری آیت (سورۃ مائدہ۔ آیت ۳) کے متعلق عرض کیا جاتا ہے۔ اس میں ختم نبوت کے تین اسباب بیان کئے ہیں:-

(۱) تکمیل دین: بعثتِ انبیا کا مقصد انسانوں کو احکام الٰہی پہنچانا اور دین کی ارتقائی تکمیل تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے وہ مقصد پورا ہو گیا تو آپ کو خاتم النبیین بنا کر سلسلہ ختم کر دیا گیا۔

(۲) اتمامِ نعمت: اللہ پاک کی جانب سے انسانوں کو ہدایت ملنا اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت تھی۔ اور زندگی کے ہر پہلو سے متعلق ایک بہت ہی کامل و مکمل ہدایت کہ حل کا کوئی پہلو تشنہ نہ رہے درحقیقت اس نعمت کا اتمام ہے

(۳) اسلام کی عالمگیریت: اب تک پیغمبر کسی خاص خطۂ ارضی کے لئے آتے یا کسی مخصوص مدت کے لئے اور پھر اس خطے میں یا اس پیغمبر کی مدت ہدایت گزرنے پر وہ دین منسوخ ہو جاتا اور نیا پیغمبر بھیجا جاتا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر دور اور ہر خطہ ارضی کے لئے مبعوث کیا گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے بعثتِ انبیا کے یہ تینوں مقاصد پورے ہو گئے تو آپ پر سلسلۂ نبوت کو ختم کر دیا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک تمثیل کے ذریعہ سمجھایا۔ حدیث شریف میں آپ نے ارشاد فرمایا:

مثلي ومثل الانبياء كمثل قصرٍ احسن بنيانهٗ ترک منه موضع لبنة. فطاف به النظار يتعجبون من حسن بنيانه اِلاّ موضع تلک اللبنة. فكنت انا سددت موضع اللبنة ختم بي البنيان و ختم بي الرسل. و في رواية فانا اللبنة وَانا خاتم النبين. (۳۷)

میری اور دوسرے تمام انبیا کی مثال اس محل جیسی ہے جس کے در و دیوار نہایت شاندار اور عمدہ ہوں لیکن اس دیوار میں ایک اینٹ کی جگہ خالی رہ گئی ہو اور جب لوگ اس محل کے گرد پھر کر عمارت کو دیکھیں تو عمارت کی شان و شوکت اور در و دیوار کی خوشنمائی اُنہیں حیرت میں ڈال دے۔ مگر ایک اینٹ کے بقدر اُس خالی جگہ کو دیکھ کر انہیں سخت تعجب ہو۔ پس میں اُس اینٹ کی جگہ کو بھرنے والا ہوں۔ اس عمارت کی تکمیل میری ذات سے ہے اور مجھ پر انبیا و رسل کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے میں ہی وہ اُینٹ ہوں (جس کی جگہ خالی رکھی گئی تھی) اور میں ہی نبیوں کی آمد کے اس سلسلے کو ختم کرنے والا ہوں"

اس طرح ختم نبوت اور تکمیل دین کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نفسیاتی طریقے سے ایک مثال

کے ذریعے سمجھایا۔دین کی ارتقائی تکمیل کے متعلق علامہ ابو محمد عبدالحق حقانی دہلویؒ لکھتے ہیں کہ" آپ سے پہلے سینکڑوں انبیا دنیا میں آئے اور گمراہی کی کوئی صورت باقی نہیں رہی۔طرح بطرح احکام کے تبدیل و تغیر کرنے سے اصلاحیں ہوتی رہیں۔آخر جو کچھ کسر باقی رہ گئی تھی وہ آپ کے عہد میں پوری کردی گئی۔ رہیں نئی پیش آنے والی ضرورتیں اُن کی تدبیر بھی کتاب وسنت میں رکھ دی گئی ہے۔وقتاً فوقتاً مجدد یا مجتہد یا حکیم اُمت کتاب وسنت سے وہ حاجت برآری کرسکتے ہیں۔نئے نبی بھیجنے میں سیاستِ ملیہ میں بڑا انقلاب واقع ہوتا ہے جس میں ہزاروں گمراہ ہوجاتے ہیں۔اس لئے اس مشقت اور رحمت کو اپنے بندوں سے دور کردیا جس کی طرف وکان اللہ بکلِ شیئی علیما میں اشارہ ہے کہ عواقب اُمور اللہ کی نظر میں ہیں اُس کی مصلحت وہ خوب جانتا ہے ...... بندوں پر خدا نے ایسے نبی کے بھیجنے سے بڑا احسان کیا ہے۔اس لئے اس نعمت کے شکریے میں حکم دیتا ہے۔کہ اے ایمان والو!اللہ کو بہت یاد کیا کرو اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے اور بعثتِ انبیا سے مقصود بھی یہی ہے کہ بندے اپنے اللہ کو یاد کیا کریں"۔(۳۸)

ہدایت کے اس ارتقائی عمل کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی بھی پیغمبر کا دین کبھی ناقص بھی تھا۔آپ ﷺ سے پہلے بھی ہر پیغمبر کا دین کامل تھا مگر اُن کے اپنے اپنے دور کے لئے اور ایک مخصوص مدت کے لئے۔جب نئے معاشی ومعاشرتی مسائل اُبھرتے اور ایک مخصوص مدت کے بعد علم الٰہی میں ایک نئے نبی کی بعثت منظور ہوتی۔نیا نبی یا رسول بھیج دیا جاتا اور پہلے نبی کی شریعت منسوخ ہوجاتی،تا آنکہ عقل انسانی اور دینی ومعاشرتی شعور ایک ایسے مقام پر آگئے کہ وہ احکام وبنیادی اصول بتادیے گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے وہ ابدی حقائق واضح کردیے گئے کہ اب قیامت تک اُن کی روشنی میں پاکیزہ دینی زندگی گذاری جاسکتی ہے اور کسی نئے پیغمبر کی ضرورت باقی نہیں رہی چنانچہ حضرت قفال مروزیؒ فرماتے ہیں کہ "اللہ کا دین کبھی ناقص نہیں تھا بلکہ ہمیشہ سے کامل تھا۔اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل شریعتیں اپنے اپنے وقت میں بالکل کامل اور کافی تھیں۔اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو بعثت کے شروع وقت میں ہی اس بات کا علم تھا کہ جو شریعت آج کامل ومکمل ہے کل نہ وہ ایسی کامل رہے گی اور نہ اس آئندہ دور کے لئے کافی۔اس لئے اُسے ایک خاص مقرر وقت پر پہنچ کر منسوخ کردیا جاتا تھا لیکن آخری زمانے کی بعثت کے وقت اللہ تعالیٰ نے ایسی کامل شریعت نازل فرمائی جو ہر دور کے لئے کامل ہو اور قیامت تک اس کے باقی رہنے کا حکم فرمایا تو اللہ کی شریعت ہمیشہ کامل تھی لیکن مخصوص ایام تک اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ بھیجی ہوئی شریعت قیامت تک کے لئے کامل ومکمل ہے تو اسی معنی کی بنا پر آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا الیوم اکملت لکم دینکم کہ آج میں نے تمہارا دین کامل کردیا"(۳۹)۔

تکمیلِ دین، تین پہلو

تکمیل دین کے مفہوم کے تین درج ذیل پہلو ہیں:

۱۔ یہ دین اسلام ایک محدود مختصر مدت کے لئے نہیں بلکہ قیامت تک کے لئے کامل و مکمل ہے۔

۲۔ یہ دین اسلام انسانی زندگی کے محدود و مخصوص معاشرتی مسائل ہی کا حل نہیں بلکہ اس میں حیاتِ انسانی کے تمام شعبوں، دینی، دنیاوی، معاشی، معاشرتی، سیاسی، مادی، روحانی، انفرادی، اجتماعی، عدالتی وغیرہ جملہ مسائل کا حل موجود ہے۔

۳۔ یہ دین اسلام کسی مخصوص خطے یا ملک یا کسی متعین معاشرے ہی کے لئے نہیں بلکہ دنیا کے ہر ہر خطے، ہر ہر ملک اور ہر ہر معاشرے کے لئے ہے۔

ان میں سے پہلے پہلو پر ہم اوپر تفصیل سے گفتگو کر چکے ہیں۔ دوسرے پہلو پر گفتگو سے پہلے ہمیں حیاتِ انسانی کے مختلف مظاہر اور مختلف شعبوں کی نشاندھی کرنا ہوگی اور اس نشاندھی کے بعد یہ وضاحت سے بیان کرنا ہوگا کہ ان مختلف شعبہ ہائے حیات میں مختلف مسائل اور مشکلات کے جو حل اسلام نے پیش کئے ہیں وہ دیگر نظام ہائے حیات کے پیش کردہ حل سے کن وجوہ کی بنا پر بہتر اور مثالی ہیں۔

اسلام نے جس نظر سے انسانی حیات کو دیکھا ہے اُس کی رو سے حیات کے درج ذیل اہم شعبے بنتے ہیں کہ اگر ان شعبوں میں اسلام کی بتائی ہوئی ہدایات پر عمل کر لیا جائے تو ایک مثالی اور کامیاب فرد اور ایک مثالی اور کامیاب و خوشحال معاشرہ تشکیل پا سکتا ہے۔

۱۔ فکری اصلاح: انسان عقائد کے شعبے میں اپنی اصلاح کرے کہ اسلام کے بتائے ہوئے سات بنیادی عقائد۔ اللہ پر ایمان، فرشتوں پر ایمان، کتابوں پر ایمان، رسولوں پر ایمان، یوم آخرت پر ایمان، قدر پر ایمان کہ جملہ افعال نیک و بد اللہ کی خلق ہیں اور بندہ کو اُن کا فاعل و کاسب ہونے کی بنا پر اچھے اور برے نتیجے ملتے ہیں اور آخر اً موت کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے پر ایمان، جب دنیاوی زندگی کے اچھے اور برے اعمال کے پورے طور پر عملاً اچھے اور برے نتائج سے انسان دو چار ہوگا۔ یہ سات بنیادی تصورات و عقائد۔ انسان کے قلب و ذہن میں گھر کر لیں اور اُس کے عمل کو ایک خاص پاکیزہ ڈگر پر ڈال دیں۔

۲۔ ظاہری عبادات کی اصلاح: نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ ظاہری عبادات کی ایسی اصلاح کہ یہ تمام عبادات قرآنی آیات، ہدایاتِ نبوی اور فقہی تقاضوں سے ہم آہنگ، حرام و مکروہ سے پاک اور فرائض

وسنن و مستحبات سے مزین ہو جائیں۔

۳۔باطنی عبادات کی اصلاح: تقویٰ، اخلاص، توکل، صبر و شکر وغیرہ باطنی عبادات سنور جائیں اور انسان روزہ، نماز وغیرہ عبادات کے بعد قلب کا نور اور باطن کا اطمینان محسوس کرنے لگے۔

۴۔معاملات کی اصلاح: باہم مالی لین دین، نکاح طلاق و عدت وغیرہ، خصومات مقدمات و عدالتی امور وغیرہ، امانتوں کی سپردگی وغیرہ، وراثت وترکے کے سلسلے میں عدل، سیاسی و معاشی اُمور میں اسلامی ہدایات کی روشنی میں عمل۔ غرض ایسے جملہ معاملات میں جہاں انسانوں کا باہم ایک دوسرے سے واسطہ پڑتا ہے انسان عدل و دیانت سے کام لے۔

۵۔حقوق و فرائض کی ادائیگی اور معاشرتی ذمہ داریوں کی اصلاح۔ ماں باپ، اولاد، اقربا، پڑوسی، بیمار، یتیم، مہمان، ماتحت اہلکار، حاجت مند بیواؤں، غریبوں، تمام مسلمانوں، غیر مسلم اقلیتوں حتیٰ کہ جانوروں تک کے حقوق کی رعایت۔

۶۔اخلاقی رویوں کی اصلاح اور رذائل اخلاق سے اجتناب: صدق، دیانت و امانت عفو و درگزر، خوش گفتاری، تواضع و انکساری، حق گوئی و استقامت، رحم و احسان وغیرہ کی پاس داری اور بے شرمی، جھوٹ، حرص، بغض و کینہ، بہتان و ظلم وغیرہ سے اجتناب و پرہیز۔

۷۔معاشرتی آداب کی اصلاح: کھانے پینے، گفتگو کرنے، ملاقات کرنے، چلنے پھرنے، سیر سفر کرنے، سونے، غم خوشی وغیرہ منانے کے شرعی اور اسلامی آداب۔

مندرجہ بالا سات عنوانات کے تحت حیات انسانی کا تقریباً ہر شعبہ آجاتا ہے اور قرآن کریم اور کتب احادیث و فقہ میں ان سب کے لئے تفصیلی ہدایات موجود ہیں۔ اس طرح تکمیل دین کا یہ پہلو بھی نمایاں ہو جاتا ہے کہ اللہ پاک نے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے دین اسلام کو ایسا کامل و مکمل فرما دیا ہے کہ ہر شعبہ حیات کے لئے اس سے رہنمائی لی جا سکتی ہے درج ذیل قرآنی آیت میں تکمیل دین کے اسی پہلو کی نشاندہی کی گئی ہے۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى
لِلْمُسْلِمِيْنَ٥ (۴۰)

اور ہم نے آپ پر قرآن اُتارا ہے کہ تمام باتوں کا بیان کرنے والا ہے اور مسلمانوں کے واسطے بڑی ہدایت اور بڑی رحمت اور خوشخبری سنانے والا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں۔

قَدبین لنا فی هذا القران کل علم و کل شیئ

اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے اس قرآن میں ہر علم اور ہر شی بیان فرمادی ہے

حضرت مجاہد فرماتے ہیں **کل حلال و کل حرام** (اس میں ہر حلال و ہر حرام چیز کا بیان ہے)

ان دونوں اقوال کا موازنہ کرتے ہوئے ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ "اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول زیادہ عام اور زیادہ ہمہ گیر ہے اس لئے کہ قرآن کریم میں ہر مفید علم موجود ہے خواہ وہ گذشتہ ادوار کی خبریں ہوں یا مستقبل میں پیش آنے والے واقعات کا علم اور ہر حلال و حرام کا علم اور ہر اس چیز کا علم اس میں موجود ہے کہ جس کی طرف انسانوں کو اپنے دنیاوی امور، دینی اُمور یا معاش و معاد کے اُمور کی احتیاج ہوتی ہے"(۴۱)

بعض مفسرین نے آیت کی تشریح دوسری طرح کی ہے۔علامہ عبدالحق حقانیؒ فرماتے ہیں کہ "قرآن کے بعد اور کوئی کتاب نہیں آنے کی۔پھر اس میں سب دینی مسائل نہ ہوں تو کیا ہو۔"تبیان" یعنی کھول کر بیان کرنا۔قرآن کا سب مسائل کا حاوی ہونا دو وکیلوں کے ذریعے سے ہے: اول سنت یعنی جو کچھ قرآن کے بعد مسائل تھے اُن کو ان کے اصل موضوعہ سے جو قرآن میں ودیعت رکھی گئی ہیں رسول ﷺ نے بیان کر دیا اور جو ان سے بھی بچی اُن کو مجتہدین نے استنباط کر کے بیان کر دیا اور آئندہ استنباط کے اصول فقہ میں قواعد مقرر کر دیئے۔اس اعتبار سے مجتہدین بھی قرآن کے وکیل یا ترجمان ہیں۔غیر مجتہد پر بضرورت ان کی تقلید کرنا قرآن کو ماننا ہے۔(حاشیہ) بہت سے مسائل نصوص قرانیہ میں نہیں۔ہاں احادیث میں ہیں۔اس طرح بہت سے احادیث میں بھی نہیں وہ استنباط قرآن و احادیث سے ظاہر ہوتے ہیں۔اسی لئے اس مقام پر بیضاوی وغیرہ کہتے ہیں: **من اُمور الدین علی التفصیل اَوالاجمال بالا حالة الی السنة او القیاس**" (دینی امور تفصیلی و اجمالی جو سنت و قیاس کی طرف پھیر دیئے جائیں)" (۴۲)

تکمیل دین کا تیسرا پہلو اسلام کی عالمگیریت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا دنیا کے ہر خطے اور ہر ملک و بر اعظم کے لئے ہونا اور آپ کا تمام جہاں والوں کے لئے رحمت ہونا ہے۔مشہور آیت ہے:

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ٥ (۴۳)

اور ہم نے (ایسے مضامین نافعہ دے کر) آپ کو اور کسی بات کے واسطے نہیں بھیجا مگر دنیا جہاں کے لوگوں (یعنی مکلفین) پر مہربانی کرنے کے لئے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "عالمین عالم کی جمع ہے جس میں ساری

مخلوقات، انسان، جن، حیوانات، نباتات، جمادات، سب ہی داخل ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سب چیزوں کے لیے رحمت ہونا اس طرح ہے کہ تمام کائنات کی حقیقی روح اللہ کا ذکر اور اس کی عبادت ہے۔ اور جب ذکر اللہ و عبادت کا ان سب چیزوں کی روح ہونا معلوم ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سب چیزوں کے لئے رحمت ہونا خود بخود ظاہر ہو گیا۔ کیونکہ اس دنیا میں قیامت تک ذکر اللہ اور عبادت آپ ہی کے دم قدم اور تعلیمات سے قائم ہے" (۴۴)

اور رئیس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباسؓ آپ کے ﷺ رحمۃ للعالمین ہونے کا ایک دوسرا پہلو بیان فرماتے ہیں۔

من امن باالله واليوم الآخر كتب له الرحمة في الدنيا و الآخرة ومن لم يؤمن بالله و رسوله عوفي مما اصاب الامم من الخسف والقذف (۴۵)

جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لایا آپ اُس کے لئے اس طرح رحمت ہیں کہ اس مومن کے لئے دنیا و آخرت دونوں جگہ رحمت ہے اور جو نہ ایمان لایا آپ اس کے لئے اس طرح رحمت ہیں کہ گذشتہ پیغمبروں کی اُمت میں ایمان نہ لانے والوں کو زمین میں دھنسا دیا جاتا یا پتھروں کی بارش سے تباہ کر دیا جاتا تھا جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد اس طرح کے عذاب منسوخ ہو گئے (تو اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم گویا اپنے مخالفین کے لئے بھی رحمت ہو گئے)۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت عامہ اور دنیا کے ہر ہر خطے کے لئے آپ کے رسول ہونے کو دوسری جگہ قرآن کریم میں اس طرح بیان کیا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْراً وَّنَذِیْراً وَّلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَایَعْلَمُوْنَ (۴۶)

اور ہم نے تو آپ کو تمام لوگوں کے واسطے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے (ایمان لانے پر انُ کو ہماری رضا اور ثواب کی) خوشخبری سنانے والے اور (ایمان نہ لانے پر اُن کو ہمارے غضب و عذاب سے) ڈرانے والے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اس آیت کے سلسلے میں ارشاد فرمایا:

ان اللہ تعالیٰ فَضَّلَ محمداً صلی اللہ علیہ وسلم علیٰ اھل السماء وعلی الانبیاء

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل آسمان وانبیا پر فضیلت عطا فرمائی

لوگوں نے پوچھا کہ اے ابن عباس! اللہ نے آپ ﷺ کو انبیا پر کیسے فضیلت عطا فرمائی تو انہوں نے فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ نے دیگر انبیا کے لئے فرمایا (ابراہیم: آیت ۱۴) اور ہم نے تمام پہلے پیغمبروں کو انہی کی قوم کی زبان میں پیغمبر بنا کر بھیجا تا کہ اُن سے احکام الٰہیہ کو بیان کریں (تو ان جملہ انبیا کے لیے لفظ قوم استعمال کیا) جبکہ اللہ پاک نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیت میں اس طرح خطاب فرمایا ”اور ہم نے تو آپ کو تمام لوگوں کے واسطے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جن وانس سب کی طرف بھیجا ہے“ (۴۷) چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حدیث شریف میں ارشاد فرماتے ہیں۔

وَکان النبی یُبعث الی قومہٖ خاصۃ وَبُعثتُ الی الناس عامۃً (۴۸)

اور نبی کو مجھ سے پہلے) خاص اس کی قوم ہی کی طرف بھیجا جاتا تھا جبکہ میری بعثت دنیا کے تمام لوگوں کی طرف ہے۔

وَاُرسلت الی الخلق کافۃ وختم بی النبیون (۴۹)

اور مجھے جمیع مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہے اور مجھ پر انبیا کا خاتمہ کر دیا گیا ہے کہ آئندہ نبی نہیں آئے گا۔

اس تفصیل سے تکمیل دین کے تینوں پہلو واضح ہو گئے (۱) آپ کا لایا ہوا اللہ پاک کا دین اسلام اس اعتبار سے بھی کامل ومکمل کہ دیگر ادیان و دیگر انبیا ایک محدود اور مختصر مدت کے لئے ہوتے جبکہ آپ کا یہ دین اسلام قیامت تک کے لئے ہے۔(۲) دیگر انبیا علیہم السلام کی شریعتیں انسانی مسائل کا ایسا کامل ومکمل احاطہ نہ کرتی تھیں جیسا کہ شریعت محمدی نے کامل احاطہ کیا اور ہر شعبۂ حیات کا انتہائی مکمل حل پیش کیا۔(۳) اور تیسرا پہلو کہ دیگر انبیا مخصوص انسانی آبادیوں کی طرف بھیجے جاتے اور ایک مخصوص مدت کے بعد اُن کا دین منسوخ ہو جاتا اور نیا نبی آجاتا جبکہ آپ کا لایا ہوا دین اسلام دنیا کے ہر ہر خطے ہر ہر ملک اور ہر ہر دور کے لئے ہے اور اس لئے آپ کے بعد کسی طرح کا کوئی نبی نہیں آئے گا۔

جھوٹے مدعیانِ نبوت

جھوٹی نبوت کا دعویٰ کرنے والوں کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں پیش گوئی فرمادی تھی کہ آئندہ ایک ایسا فتنہ بھی ابھرنے والا ہے تا کہ مسلمان اس کے استیصال سے غفلت نہ برتیں۔ مسلم شریف کی ایک حدیث میں آپ نے فرمایا

لاتقوم الساعة حتی یبعث د جالون کذا بون قریباً من ثلاثین کلھم یزعم انّہ رسول اللہ (۵۰)

قیامت اُس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تیس کے قریب جھوٹے دجال ظاہر نہ ہوجائیں کہ ان میں سے ہر ایک گمان کریگا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔

اور مسلم شریف ہی میں حضرت ثوبانؓ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

سیکون فی امتی کذ ابون ثلاثون کلھم یزْ عم اَنّہٗ نبی وانا خاتم النبیین لانبی بعدی (۵۱)

عنقریب میری امت میں تیس جھوٹے ہونگے۔ان میں سے ہر ایک کا گمان ہوگا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں۔میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔

سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ربیع الاول ۱۱ھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مسلمانوں کے انتخاب سے خلیفہ مقرر ہوئے اور ۲۱/ جمادی الثانی ۱۳ھ اپنے انتقال تک دو سال تین ماہ دس دن مسلمانوں کی یہ عظیم خدمت انجام دیتے رہے۔

اقتدار سنبھالتے ہی آپ کو بعض درج ذیل اہم مسائل کا سامنا کرنا پڑا کہ اگر وہ ان کے فوری حل کی طرف پورے عزم وحوصلہ کے ساتھ متوجہ نہ ہوتے تو اسلام کے وجود کو بڑا خطرہ لاحق ہوسکتا تھا:

۱۔تحفظ دین وتدوین قرآن

۲۔اندرونی شورش وبدامنی کا خاتمہ

۳۔رومیوں کے مقابلے میں مہم اُسامہ بن زیدکی تکمیل

۴۔مدعیان نبوت کے خلاف جہاد

۵۔منکرین زکوۃ کی تادیب وارتداد کا استیصال

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مدعیان نبوت کے خلاف پورے عزم وحوصلے سے جہاد کیا اور اس میں انہیں نمایاں کامیابی بھی ہوئی۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ہی بعض جھوٹے نبی پیدا ہوگئے

تھے مثلاً، اسود عنسی، مسیلمہ کذاب وطلیحہ بن خویلد وغیرہ اور ان میں سے بعض مثلاً اسود عنسی (جو بقول حضرت عروہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ایک دن ایک رات قبل مارا گیا اور بذریعہ وحی آپ کو اس کے قتل کی خبر دی گئی) آپ کے دور میں ختم بھی ہو گئے لیکن اُن کے خلاف اصل معرکے عہد صدیقی ہی میں ہوئے۔

(۱) اسود عنسی سوّد اللہ وجھہ: جب اسود عنسی نے نبوت کا دعویٰ کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فیروز دیلمی کو اس کے قتل کے لئے یمن روانہ فرمایا تھا اور وہ ذلت کے ساتھ مارا گیا شاعر عبدالرحمٰن ثمالی نے درج ذیل اشعار میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے:

وقال رسول اللہ سیروا لقتلہ

علی خیر موعود وَاسعد السعد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُس کے قتل کے لئے جاؤ اور اچھے وعدے اور خوش نصیبی کی خبر دی۔

فسرنا الیہ فی فوارس بھمۃ

علیٰ حین امر من وصاۃ محمد (۵۲)

چنانچہ ہم چند سواروں کے ہمراہ اُس کے قتل کے لئے روانہ ہو گئے آپ کے حکم و وصیت کی تعمیل کے لئے

بعض مورخین مثلاً طبری و ابن اثیر کی تحقیق کے مطابق اسود عنسی کی جماعت میں اختلاف پیدا ہو گیا تھا اور اپنے ہی ایک ساتھی قیس بن مکشوح کے ہاتھوں وہ حالت نشہ میں مارا گیا۔(۵۳)

اس کا نام عبہلہ بن کعب تھا۔ چونکہ چہرہ چھپا کر چلتا تھا اس لئے اسود ذوالخمار کے نام سے مشہور ہو گیا تھا۔ خمار عورتوں کی اوڑھنی کو کہتے ہیں۔ پوشیدہ شی کے معنی میں بھی آتا ہے۔ یعنی چھپے چہرے والا۔ اس کے پاس سحیق و شقیق نامی دو مسخر شیطان تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یمن کے عامل باذان کا جب انتقال ہوا تو ان شیطانوں یا کسی نے باذان کے انتقال کی خبر دی تو اس نے یمن کی حکومت پر قبضہ کر لیا، اور باذان کی بیوہ مرزبانہ سے شادی کر لی۔ مرزبانہ دل سے اس شادی پر راضی نہ تھی اور بالآخر حضرت فیروز دیلمیؓ کی مدد سے اسود عنسی سے چھٹکارا حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی۔(۵۳/۱)

(۲) طلیحہ بن خویلد اسدی: یہ ایک عامل و فال گو تھا۔ پھر مسلمان ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری دور میں اس نے نبوت کا دعوی کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ضرار بن الازورؓ کو اس کی سر کوبی کے لئے روانہ فرمایا مگر ابھی یہ عسکری مہم ختم نہ ہوئی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر مشہور

ہوئی اور حضرت ضرار ؓ واپس مدینہ تشریف لے آئے۔ طلیحہ اسدی نے اس فرصت کو غنیمت جانا اور غطفان، ہوازن بنو طے وغیرہ متعدد قبائل کو اپنے ساتھ ملا لیا اور نجد کے چشمے پر اپنا کیمپ قائم کر کے ایک بہت بڑی جمعیت اکٹھا کر لی اور مسلمانوں سے مقابلہ کی تیاری کرنے لگا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ملک کی اندرونی گڑبڑ دور کرنے کے لئے گیارہ نامور بہادروں اور دانشوروں کا انتخاب فرمایا، گیارہ جھنڈے تیار کرائے، ہر ایک کو بطور نشانی ایک ایک جھنڈا دیا اور ان کو درج ذیل مختلف جہتوں کی طرف روانہ فرمایا۔

۱۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کو طلیحہ بن خویلد اور مالک بن نویرہ کے استیصال کے لئے نجد و بطاح کی طرف۔

۲۔ حضرت عکرمہؓ بن ابی جہل کو مسیلمہ کذاب کے استیصال کے لئے یمامہ کی طرف

۳۔ حضرت شرحبیل بن حسنہؓ کو اولاً عکرمہؓ کی امداد اور ثانیاً بنو کندہ و بنو قضاعہ کو زیر کرنے کے لئے حضرموت کی طرف۔

۴۔ حضرت خالدؓ بن سعید بن العاص کو باغی قبائل کی سرکوبی کے لئے سرحد شام کی طرف۔

۵۔ حضرت عمرو بن العاص کو مرتدین کی سرکوبی کے لئے بنو قضاعہ کی طرف۔

۶۔ حضرت حذیفہ بن محسن کو شریروں کو سبق سکھانے کے لئے عمان کی طرف۔

۷۔ حضرت عرفجہ بن ہرثمہ کو دشمنوں کو زیر کرنے کے لئے اہل مہرہ کی طرف۔

۸۔ حضرت طریفہ بن حاجزؓ کو باغیوں کی سرکوبی کے لئے بنو سلیم و بنو ہوازن کی طرف۔

۹۔ حضرت سوید بن مقرن کو مخالفین اور دشمنوں کو زیر کرنے کے لئے تہامہ یمن کی طرف

۱۰۔ حضرت علاء بن الحضرمیؓ کو شریروں کی سرکوبی کے لئے بحرین کی طرف اور

۱۱۔ حضرت مہاجرین اُمیہ کو دشمنوں کو زیر کرنے کے لئے صنعاء کی طرف

ماہ جمادی الاول ۱۱ھ میں (حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اقتدار سنبھالنے کے صرف دو ماہ بعد) یہ حضرات مدینہ منورہ سے اپنے اپنے مشن پر روانہ ہوئے۔ (۵۴)

حضرت خالدؓ بن ولید کی ڈیوٹی اوّلاً اسی مدعی نبوت طلیحہ بن خویلد اسدی کی سرکوبی کے لئے لگی تھی چنانچہ اس مقصد کے لئے وہ بزاخہ (نجد) کی طرف روانہ ہوئے۔ حاتم طائی کے بیٹے حضرت عدیؓ بن حاتم جو پہلے ہی اپنے قبیلے طے کے شریروں کو سمجھانے کے بعد اپنے کامیاب مشن کے بعد لوٹ رہے تھے وہ

بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ حضرت خالدؓ بن ولید سے آ ملا اور اس طرح اس مدعی نبوت پر زبردست حملہ ہوا۔ اس کی فوج کے متعدد سپاہی مارے گئے بہت سے بھاگ گئے اور کچھ گرفتار ہوئے۔ خود طلیحہ اپنی بیوی کے ساتھ شام کی طرف بھاگ گیا۔ حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ حکومت میں مدینہ واپس آیا اور آپ کے ہاتھ پر دوبارہ مسلمان ہوا۔

(۳) مُسیلمہ کذّاب: ۹ھ اور ۱۰ھ میں اہم مذاکرات کے لئے ملک کے مختلف حصوں اور بیرونی ممالک سے جو وفود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ آئے ان میں وفد بنی حنیفہ کو اس لئے اہمیت حاصل ہے کہ اس میں مدعی نبوت مسیلمہ کذاب بھی شامل تھا گو ۹ھ میں جب وہ وفد کے ساتھ مدینہ آیا۔ ابھی تک اُس نے دعوی نبوت نہیں کیا تھا جو اس وفد کے ناکام مذاکرات کے بعد کیا۔ یہ وفد سترہ افراد پر مشتمل تھا۔ سولہ افراد حضور صلی اللہ علیہ کی خدمت میں آ کر مشرف با سلام ہوئے جبکہ مسیلمہ تکبر کی وجہ سے آپ کے پاس نہ آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم داربنت الحارث اس کے پاس تشریف لے گئے جہاں مدینہ میں اُس کا قیام تھا۔ اور مسیلمہ کی بیوی کیسہ بنت الحارث بن کریز کا گھر تھا جہاں مسیلمہ آ کر ٹھہرا تھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغِ اسلام کے لئے مسیلمہ کے پاس آئے تو خطیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ثابت بن قیس بن شماسؓ آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ نے جب اُسے دعوتِ اسلام دی تو وہ کہنے لگا۔

إن شئتَ خلّيتَ بيننا وبين الامر ثم جعلتَهٗ لنا بعدک

اگر آپ چاہیں تو آپ ہمارے اور اس نبوت کے درمیان حائل نہ ہوں۔ پھر اپنے بعد یہ نبوت ہمیں سونپ دیں۔

یعنی جب تک آپ زندہ ہیں آپ نبی اور آپ کی آنکھیں بند ہونے کے بعد میں نبی اور آپ کا خلیفہ۔ یہ مسئلہ آپ کے اور میرے درمیان کیوں حائل ہو، کیوں نہ ہمارا اور آپ کا سمجھوتہ ہو جائے۔ بخاری شریف میں ہے۔

وفي يد رسول الله صلى الله عليه وسلم قضيب فوقف عليه ......
فقال له النبي صلى الله عليه وسلم لو سألتني هذا القضيب
ما أعطيتكه وفي رواية أُخرىٰ) ولن تَعْدوَ امرا الله فيک ولئن
أدبرت ليعقرنک الله واني لاراک الذی اريت فيه ما رأيت (۵۵)

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں کھجور کی ایک چھڑی تھی۔ آپ نے فرمایا تو اگر مجھ سے یہ چھڑی بھی مانگے گا تو میں تجھے وہ بھی نہ دونگا (اور دوسری روایت میں ہے

کہ آپ نے یہ بھی فرمایا) اور تیرے بارے میں اللہ نے جو فیصلہ کیا ہے تو اُس سے ہرگز تجاوز نہ کر سکے گا۔ اگر تو نے میری اطاعت سے روگردانی کی تو اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کر دیں گے اور میں سمجھتا ہوں تو وہی ہے جو خواب میں مجھے دکھایا گیا ہے۔

نبوت کا دعویٰ کرنے کی بعد اُس نے حضور صلی اللہ علیہ کو درج ذیل خط بھیجا۔

من مسیلمه رسول الله الٰی محمدٍ رسول الله. اما بعد فانی قد اشرکت معک فی الامر و اِنّ لنانصف الارض ولقرُیش نصف ولکن قریشاً لاینصفون والسلام (۵۲)

رسول اللہ مسلیمہ کی جانب سے رسول اللہ محمد کی طرف، امابعد۔ میں اس کام میں آپ کے ساتھ شریک ہوتا ہوں کہ نصف زمین ہماری اور نصف قریش کی لیکن قریش انصاف نہیں کرتے، والسلام۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خط کا درج ذیل جواب لکھوایا:

مِن محمد رسول الله الیٰ مسیلمة الکذّاب. اما بعد. فالسلام علی من اتبع الهدی. فان الارض لله یورثها من یشاء من عباده. والعاقبة للمتقین (۵۲)

محمد رسول اللہ کی جانب سے مسیلمہ کذاب (بہت جھوٹے) کی طرف۔ امابعد سلام اُس پر جو ہدایت کا اتباع کرے۔ بلاشبہ زمین اللہ کی ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے عطا کر دیے اور اچھا انجام پرہیز کرنے والوں کا ہے۔

اس طرح گویا اوّلاً مسیلمہ کذاب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات پر آمادہ کرنا چاہا کہ آپ اپنی زندگی میں نبی رہیں۔ بعد میں یہ چیز مجھے دے جائیں یا پھر ہم دونوں زمین کو آدھا آدھا بانٹ لیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جواب ملنے کے بعد مسیلمہ کو اپنی مقصد برآری کے لئے جنگ کی تیاریوں کے علاوہ کوئی دوسری صورت نہ سوجھی اور اُس نے باقاعدہ جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وصال سے پیشتر آخری کوشش کے طور پر مسیلمہ ہی کے قبیلے بنوحنیفہ کے ایک شخص رجال بن عنفوہ کو جس نے یمامہ سے منتقل ہو کر مدینہ کی سکونت اختیار کر لی تھی۔ مسیلمہ کے پاس سمجھانے اور نصیحت کرنے کے لئے بھیجا۔ یہ شخص جب یمامہ پہنچا تو بجائے مسیلمہ کو سمجھانے کے خود مسیلمہ کے ساتھ مل گیا

اور اس طرح مسیلمہ کی طاقت روز بروز بڑھتی رہی اور اس دوران حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا اور حضرت صدیق اکبرؓ کے کاندھوں پر حکومت کی بھاری ذمہ داری آپڑی۔ آپؓ نے مسیلمہ کی سرکوبی کے لئے ابتداءً حضرت عکرمہؓ بن ابی جہل کو بھیجا اور پھر حضرت شرحبیل بن حسنہ کو ان کی کمک کے لئے روانہ کیا۔ حضرت عکرمہؓ نے مسیلمہ پر حملہ کرنے میں ذرا جلدی کی۔ وہ حضرت شرحبیلؓ کے پہنچنے سے پہلے ہی حملہ آور ہو گئے اور شکست کھائی۔ ادھر حضرت خالدؓ بن ولید مقام بطاح میں اپنی مہم سے فارغ ہونے کے بعد مدینہ واپس آئے تو حضرت صدیق اکبرؓ نے حضرت خالدؓ بن ولید کو مسیلمہ کی سرکوبی کے لئے روانہ فرمایا۔ مسیلمہ کی جنگی تیاری کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس کے ساتھ صرف قبیلۂ ربیعہ کے ۴۰ ہزار جنگجو تھے اور کئی دیگر قبائل کے ہزاروں لوگ بھی اس کے ساتھ جمع ہو گئے تھے جبکہ حضرت خالد بن ولید کا لشکر صرف ۱۳ ہزار افراد پر مشتمل تھا۔ جو لوگ مسیلمہ کذاب کو جھوٹا سمجھتے تھے وہ بھی محض قومی وقبائلی عصبیت کی بنا پر مسیلمہ کے ساتھ ہو گئے تھے۔

حضرت خالد بن ولید کی فوجیں جب یمامہ کے قریب پہنچیں تو آپ نے فوج کے ایک دستے کو مقدمۃ الجیش کے طور پر پیش قدمی کا حکم دیا۔ مسیلمہ پہلے ہی مجاعہ بن مرارہ کی سرکردگی میں ۶۰ آدمیوں کا ایک دستہ بنوتمیم پر شب خون مارنے کے لئے بھیج چکا تھا۔ اسلامی فوج سے اس دستہ کا ٹکراؤ ہوا اور یہ سب مرتد اسلامی فوج کے ہاتھوں قتل ہوئے اور مجاعہ گرفتار ہوا۔ اب مسلمانوں کو مسیلمہ کی اصل فوج سے نبرد آزما ہونا تھا۔ مسیلمہ نے اسلامی فوج پر زبردست حملہ کیا لیکن مسلمان اس پامردی سے لڑے کہ مسیلمہ کی فوجوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ بھاگے۔ مسیلمہ کی فوج کے دو سپہ سالار تھے: رجال بن عنفوہ اور محکم بن طفیل۔ حضرت صدیق اکبرؓ کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے محکم بن طفیل کو قتل کیا۔ اب مسیلمہ کی فوج میں بھگدڑ مچ گئی۔ مسیلمہ کی فوج قریب ہی ایک قلعہ نما باغ (حدیقۃ الرحمٰن) میں تھی مسیلمہ فرار ہونے کی نیت سے اس باغ کے دروازہ کے باہر جانا چاہتا تھا کہ حضرت وحشیؓ (جنہوں نے حالت کفر میں غزوۂ احد میں حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا بعد میں وہ اسلام لائے تھے۔ وہ اس دروازے کے قریب موجود تھے انہوں) نے مسیلمہ کو اس زور سے نیزہ کھینچ کر مارا کہ نیزہ مسیلمہ کی زرہ کو پار کرتا ہوا مسیلمہ کے سینے کے پار ہو گیا اور اس طرح مسیلمہ واصل جہنم ہوا اور حضرت وحشیؓ پر حضرت حمزہؓ کو شہید کرنے کا جو بڑا دھبہ لگا ہوا تھا کسی قدر کم ہو گیا۔

مسیلمہ کذاب کے خلاف مسلمانوں کی یہ جنگ جو تاریخ میں جنگ یمامہ کے نام سے مشہور ہے ماہ ذی الحجہ ۱۱ھ میں ہوئی اور اس کی شدت خون ریزی اور جانی نقصان کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس میں مسیلمہ کذاب کی فوج کے ستر ہزار آدمی مارے گئے جب کہ ایک ہزار سے زائد صحابہ و تابعین

شہید ہوئے جن میں خطیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے علم بردار حضرت ثابت بن قیسؓ بھی شامل تھے۔ جو ۹ ھ میں جب وفد بنوحنیفہ مذاکرات کے لئے مدینہ آیا تھا تو وہ مسیلمہ سے بات کرنے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے تھے اور جب مسیلمہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اوٹ پٹانگ بات شروع کی تو بقیہ تفصیلی گفتگو کے لئے آپ نے اپنی طرف سے انہیں نامزد کیا تھا کہ اے مسیلمہ اب میری طرف سے باقی بات تم سے یہ ثابت بن قیسؓ کریں گے۔

(۴) سجاح بنت الحرث بن سوید: اس زمانے میں عورتوں کو بھی نبوت کے دعویٰ کا سودا سمایا چنانچہ بنی تغلب کی اس عورت نے بھی نبوت کا دعویٰ کر دیا اور مدینے پر چڑھائی کے لئے چار ہزار کا لشکر جمع کرلیا اور اس مذموم مقصد میں بعض قبائل کے سردار مثلاً بنی تمر کا سردار عقبہ بنی ہلال، بنو تغلب کا سردار ہذیل بن عمران اور بنی شیبان کا سلیل بن قیس بھی اس کے ساتھ ہو گئے۔ اس نے اپنے مذہب میں اس سہولت کا اعلان کر دیا کہ نمازیں تو ضرور پڑھو مگر زنا کرنا، شراب پینا اور سور کھانا جائز ہے۔ اس ترغیب سے بہت سے عیسائی بھی اس کے پیروکار بن گئے۔ چونکہ مسیلمہ کذاب اور سجاح کا مدینہ پر حملہ کرنا مشترکہ مقصد تھا لہذا س نے مسیلمہ کذاب سے شادی کرلی اور مہر یہ قرار پایا کہ مسیلمہ نے آدھی پیغمبری اپنے پاس رکھی اور آدھی سجاح کو دے دی۔ نیز مسیلمہ نے سجاح کے پیروکاروں پر عشاء اور فجر کی دو مشکل نمازیں معاف کردیں۔ مگر یہ شادی زیادہ دن نہ چل سکی۔ صرف تین دن دونوں کا ساتھ رہا اور پھر جیسے حضرت خالدؓ بن ولید کی فوج سجاح کی فوج کے بالمقابل ہوئی سجاح کے سب ساتھی اُس کو تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے اور یہ بھی بھاگی اور بنی تغلب کے مقام جزیرہ پہنچ کر کہیں روپوش ہوگئی۔ (۵۷)

(۵) فازازی: آٹھویں صدی ہجری کے امام حدیث علامہ شاطبیؒ نے اپنی کتاب الاعتصام میں اس جھوٹے نبی سے متعلق کچھ تفصیل لکھی ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ اسے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ”اس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور بہت سے ایسے امور دکھلائے جو کرامت و خارق عادت سمجھے جاتے ہیں۔ عوام ہر زمانے میں عجائب پرست ہوتے ہیں اس وقت بھی ایک جماعت فازازی کے ساتھ ہوگئی۔ یہ بھی مرزا قادیانی کی طرح اتباع قرآن کا مدعی تھا اس لئے اس نے آیت خاتم النبیین میں ایسی تاویلات شروع کیں جن کے ذریعے کسی نبی کی گنجائش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نکل آئے مگر باتفاق علماء وقت اُس کا دعویٰ اور تاویلات سب کفر و الحاد قرار دی گئیں اور اس زمانے کے امام مقتدر شیخ المشائخ ابوجعفر بن زبیرؒ کے فتویٰ پر اس کو قتل کر دیا گیا“۔ (۵۷)

(٦) مرزا غلام احمد قادیانی: اُنیسویں صدی عیسوی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں برصغیر ہندو پاک میں دعویٰ نبوت کا یہ فتنہ مرزا غلام احمد قادیانی کی صورت میں ظاہر ہوا۔ ١٨٥٧ء کی جنگِ آزادی میں اس مدعی نبوت کے گھرانے خصوصاً مرزا غلام احمد کے باپ مرزا غلام مرتضیٰ نے مسلمانوں کی تحریک آزادی کو کچلنے کے سلسلے میں انگریزی حکومت کی بھرپور مدد کی تھی۔ انگریزی حکومت کی یہ ایک سیاسی ضرورت تھی کہ ہندوستانی مسلمانوں کے جذبۂ حریت کو کچلنے اور ان میں جہادی روح ختم کرنے کے لئے اس خاندان کو استعمال کیا جائے اور دین میں ایک نیا شوشہ چھوڑ کر یہ مذموم مقصد پورا کیا جائے۔ انگریزوں نے مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کے لئے بھرپور طور پر یہ حربہ استعمال کیا۔

حضرات فقہا نے کافروں کی تین قسمیں بیان کی ہیں ١۔ مطلق کافر ٢۔ منافق کافر ٣۔ زندیق کافر

مطلق کافر: ایمان مجمل و ایمان مفصل میں جن سات بنیادی عقائد و افکار پر ایمان لانا اور ان کی تصدیق کرنا ضروری ہے۔ وہ ان کا صراحتاً یا اشارتاً انکار کرتا ہے یا صراحتاً یا اشارتاً ان میں شک کا اظہار کرتا ہے اور یا ایسے افعال کا مرتکب ہوتا ہے جن سے صراحتاً یا اشارتاً انکار سمجھا جائے۔

منافق کافر: وہ زبان سے تو ان ایمانیات کا اقرار کرتا ہے مگر دل سے انکار کرتا ہے۔ اس کا ظاہری اقرار در حقیقت دنیاوی فوائد حاصل کرنے کے لئے ہوتا ہے۔

زندیق کافر: وہ دین میں تحریف کا مرتکب ہوتا ہے۔ آیات و احادیث کی اپنی مرضی اور اپنے مذموم مقاصد کے اعتبار سے تشریح کرتا اور سلف صالحین کی تعبیرات کو نظر انداز کرتا ہے، اپنے کفر پر اسلام کا لیبل لگاتا اور بدبودار شراب کو آبِ شریں کہہ کر فروخت کرتا ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کافروں کے اس تیسرے زمرے میں آتا ہے۔

(١) دنیا کے مسلمانوں نے اسلام کے خلاف اس تخریبی تحریک کو محسوس کیا اور رابطہ العالم الاسلامی کے تحت مکہ مکرمہ میں ٦ تا ١٠ اپریل ١٩٧٤ء ١٤٠ مسلمان تنظیموں کا اجلاس ہوا جنہوں نے متفقہ طور پر قادیانیت کو اسلام کے خلاف ایک تخریبی تحریک قرار دیا۔

(٢) ٩ جون ١٩٧٤ء پاکستان اور بیرونی ممالک میں اس تخریبی تحریک کے توڑ کے لئے مجلس عمل تحفظِ ختم نبوت وجود میں آئی اور علمائے حق اس تحریک کے خلاف میدان عمل میں آگئے۔

(٣) ١٤ جون ١٩٧٤ء پاکستان بھر میں اس کے خلاف ملک گیر ہڑتال اور پرامن مظاہرے ہوئے۔ ٢٩ مئی ١٩٧٤ء کو قادیانیوں نے ربوہ ریلوے اسٹیشن پر مرزا طاہر کی سربراہی میں نشتر میڈیکل کالج

کے طلبا پر لاٹھیوں اور سریوں سے جو ظلم کیا تھا اور مارتے جاتے اور کہتے جاتے اور "ختم نبوت کے نعرے لگاؤ" اس پر شدید احتجاج کیا گیا اور حکومت وقت کو مجبور کیا گیا کہ وہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے۔

(۴) ۳۰ رجون ۱۹۷۴ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی میں ضروری آئین ترامیم اور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد پیش کی گئی۔

(۵) ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا بل منظور ہوا۔

حکومت وقت اور خصوصاً اس وقت کے وزیر اعظم پاکستان ذوالفقار علی بھٹو۔ وزیر قانون عبد الحفیظ پیرزادہ، اٹارنی جنرل یحیی بختیار وغیرہ نے علمائے حق اور جمہور کے اس جائز دینی مطالبے میں ان کا ساتھ دیا۔ قائد حزب اختلاف مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ نے اس ساری جدو جہد میں انتہائی کردار ادا کیا۔ ارکان قومی اسمبلی نے اپنی دینی وابستگی و حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ جن بزرگوں نے اسمبلی کی اس قرارداد سے بہت پہلے مرزا غلام احمد قادیانی کو کافر و مفسد قرار دیا تھا اور اس ساری جدو جہد کے لئے فضا سازگار کی تھی مثلاً حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، گولڑہ شریف کے سجادہ نشین حضرت پیر مہر علی شاہ، حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ، مولانا غلام غوث ہزارویؒ، مولانا محمد یوسف بنوریؒ مفتی زین العابدینؒ، مولانا مفتی محمد شفیع مولنا بدر عالم میرٹھیؒ، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ مولانا عبدالستار خان نیازیؒ مولانا ابوالحسنات وغیرہ وہ پوری ملت اسلامیہ کے شکریے کے مستحق ہیں کہ انہوں نے ایک عظیم فتنے کو پھیلنے سے روکا۔ ان کے علاوہ جن علما و قائدین نے قومی اسمبلی کے اندر اور باہر اس سلسلے میں محنتیں کیں اُنہوں نے بھی دینی حمیت کا مظاہرہ کیا اور مسلمانان پاکستان کے دل جیتے مثلاً مولانا عبدالحق (اکوڑہ خٹک) مولانا عبدالمصطفیٰ ازہری، مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا ظفر احمد انصاری، مفتی محمد جمیل خاں، مولانا سید محمد علی رضوی، مولانا محمد تقی عثمانی، مولانا سمیع الحق، مولانا تاج محمد، حکیم اشرف، رفیق باجوہ، مولانا محمد شریف جالندھری، پروفیسر عبدالغفور، چودہری ظہور الٰہی، عبدالحمید جتوئی، محمود اعظم فاروقی، سردار شوکت حیات خان، وغیرہ متعدد علماء، سیاسی رہبران و ممبران اسمبلی۔

مرزا غلام احمد قادیانی، مسیلمہ کذاب کی طرح قتل تو نہ ہوا اور ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو اپنی موت مرا لیکن علماء حق نے (جزاہم اللہ احسن الجزاء عن جمیع المسلمین) اُس کے دجل و فریب کو خوب خوب چاک کیا اور اس طرح عامۃ المسلمین اُس کے عظیم شر سے محفوظ رہے۔ والحمد اللہ علیٰ ذالک

وہ دن دور نہیں جب خوارج و دیگر باطل فرقوں کی طرح یہ فرقہ بھی تاریخ کے صفحات میں گم

ہو جائے گا (ان شاء اللہ)

حواشی و حوالہ جات

(۱) سورۃ الصّٰفّٰت: آیات ۶۹ تا ۷۲

(۲) سورۃ الروم: آیت ۔۴۷

(۳) سورۃ النساء: آیت ۔۱۶۳

(۴) ایضاً: آیت ۔۱۶۴۔

(۵) ایضاً: آیت ۔۱۶۵

(۶) سورۂ مریم: آیت ۔۴۹

(۷) ایضاً: آیت ۔۵۳

(۸) ایضاً: آیت ۵۶

(۹) سورۃ الصّف: آیت ۔۶

(۱۰) سورۃ التحریم: آیت ۔۹

(۱۱) سورۃ المائدۃ: آیت ۶۷

(۱۲) سورۂ مریم: آیت ۵۱

(۱۳) ایضاً: آیت ۔۵۴

(۱۴) علامہ عماد الدین بن کثیر دمشقیؒ تفسیر ابن کثیر مطبوعہ بیروت دار القلم ج ۔۳ ص ۱۱۰ ۔ (سورۂ مریم)

(۱۵) ایضاً۔

(۱۶) سورۃ الاحزاب: آیت ۴۰

(۱۷) تفسیر ابن کثیر، جلد ج ۳، ص ۴۲۱ ۔ (سورۃ الاحزاب)

(۱۸) امام راغب اصفہانیؒ: المفردات فی غریب القرآن، مطبوعہ کراچی نور محمد، ص ۴۸۱

(۱۹) سورۃ صٓ: آیت ۶۷ ۔ ۶۸

(۲۰) سورۃ النبأ: آیت ۱ تا ۳

(۲۱) سورۃ ھود: آیت ۴۹

(۲۲) سورۃ الحجرات: آیت ۶

(۲۳) المفردات، صفحہ ۴۸۱

not

(۲۴) ایضاً صفحہ ۴۸۲

(۲۵) المنجد، ص ۲۵۹، مصباح اللغات، مولانا عبدالحفیظ بلیاویؒ، ص ۲۹۲ ملخصاً

(۲۶) المفردات، ص۔ ۱۹۵

(۲۶/ا) سورۃ المومنون آیت ۵۱

(۲۷) المفردات، ص۔ ۱۹۵

(۲۷/ا) ابن حبان۔

(۲۸) قاضی زین العابدین: قاموس القرآن۔ مطبوعہ کراچی دارالاشاعت ۱۹۷۷ء ص ۴۳۹

(۲۹) حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ تفسیر بیان القرآن: ذیل آیت ۵۱ سورۂ مریم

(۳۰) مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ قصص القرآن مطبوعہ لاہور ناشران قرآن جلد ا۔ صفحہ ۳۵

(۳۱) سورۃ الاحزاب، آیت ۴۰

(۳۲) سورۃ المائدہ: آیت۔ ۳

(۳۳) سورۃ البقرہ آیت ۔ ۷

(۳۴) مولانا مفتی محمد شفیعؒ: ختم نبوت مطبوعہ کراچی ادارۃ المعارف ۱۹۹۸ء ص ۹۵ نقلاً عن کشاف

(۳۵) ایضاً صفحہ۔ ۱۰۱

(۳۶) مولانا مفتی محمد شفیعؒ: معارف القرآن مطبوعہ کراچی، ادارۃ المعارف ۱۹۸۰ء، جلد ۷۔ صفحہ ۱۶۲

(۳۷) شیخ محمد ولی الدین: مشکوٰۃ المصابیح مطبوعہ کراچی، نور محمد ۱۳۵۰ھ۔ صفحہ ۵۱۱

(۳۸) مولانا ابو محمد عبدالحق حقانیؒ: تفسیر فتح المنان (تفسیر حقانی) مطبوعہ کراچی، میر محمد، ج ۴۔ ص ۱۶

(۳۹) امام فخر الدین رازیؒ: مفاتیح الغیب فی تفسیر القرآن الکریم، مطبوعہ مصر۔ الطبعۃ الثالثۃ

(تحت آیت الیوم اکملت لکم دینکم نقلاً عن قفال المروزیؒ)

(۴۰) سورۃ النحل: آیت ۸۹

(۴۱) تفسیر ابن کثیر، جلد ۲۔ صفحہ ۵۰۳

(۴۲) علامہ عبدالحق حقانیؒ: تفسیر حقانی جلد ۳۔ صفحہ ۹۴

(۴۳) سورۃ الانبیاء: آیت ۱۰۷

(۴۴) مولانا مفتی محمد شفیعؒ: معارف القرآن، جلد ۶۔ ص ۲۳۳/۲۳۴

(۴۵) تفسیر ابن کثیر، جلد ۳۔ ص ۱۷۶

(۴۶) سورۂ سبا: آیت ۲۸

(۴۷) تفسیر ابن کثیر، جلد ۳۔ صفحہ ۴۵۹

(۴۸) مشکوٰۃ المصابیح، باب فضائل سید المرسلین عن جابرؓ، ص ۵۱۲

(۴۹) ایضاً عن ابی ہریرۃؓ،ص۵۱۲

(۵۰) امام مسلم بن الحجاج القشیریؒ۔صحیح مسلم،مطبوعہ کراچی قدیم کتب خانہ ۱۳۷۵ھ،جلد ۲،ص ۳۹۷

(۵۱) مولانا مفتی محمد شفیعؒ:ختم نبوت،ص ۲۲۳

(۵۲) مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ،سیرۃ المصطفےٰ،مطبوعہ لاہور،مکتبہ پبلیشنگ کمپنی،حصہ ۳،ص ۲۷۲

(۵۳) شاہ معین الدین احمد ندویؒ:تاریخ اسلام،مطبوعہ اعظم گڑھ ۱۳۷ھ،حصہ اول،ص ۱۳۷

جبکہ بخاری میں حضرت عبید اللہ بن عبداللہ کا بیان ہے کہ عنسی کو حضرت فیروزؓ نے یمن میں قتل کیا۔بخاری ۱۰۳۱/۲۔

(۵۳/ا) تفصیل کے لئے دیکھئے ابن الحجر/فتح الباری ۷۳/۸،باب وفد بنی حنیفہ

(۵۴) مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی:تاریخ اسلام،مطبوعہ کراچی،نفیس اکیڈمی ۱۹۸۶ء حصہ اول،ص ۲۳۶ ملخصاً

(۵۵) امام بخاریؒ:صحیح بخاری (کتاب المغازی) مطبوعہ دہلی ۱۳۵۷ھ (نور محمد) ج ۲،ص ۶۲۸

(۵۶) تاریخ الاثیر ۱۳۵/۲،

(۵۶/ا) مولانا محمد عثمان غنی:نصر الباری مطبوعہ کراچی مکتبہ نعمانیہ ۱۴۱۲ھ کتاب المغازی ص ۴۵۳۔

(۵۷) ان تمام واقعات کے لئے ملاحظہ کیجئے تاریخ اسلام حصہ اول،ص ۲۳۲ تا ۲۵۰،

(۵۸) حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ:ختم نبوت ص ۱۰۱/۱۰۲ نقلاً عن کتاب الاعتصام للشاطبیؒ ج ۲،ص ۲۶۳۔

قلوپطرہ ®

روشن اور خوبصورت آنکھوں کے لئے

CLEOPATRA ®

سُرمہ۔سُرمی۔کاجل

MANUFACTURES:
SHAMSI INDUSTRIAL COMPANY
R REGISTERD TRADE MARK.